تنظیم اسلامی کا ترجمان

43

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30واں سال

10 تا 16 ربیع الثانی 1443ھ / 16 تا 22 نومبر 2021ء

اقامتِ دین، جدوجہد ناگزیر ہے

یہ دین جدوجہد اور جہاد کے بغیر ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔ یہ دائمی جدوجہد عمل اور مقابلہ چاہتی ہے۔ اس کے لیے قربانی دینے والے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو اس کی طرف لانے کی سعی و جہد کریں، انہیں غیر کی عبادت سے نکال کر ایک اللہ کی عبادت کی طرف لائیں، زمین میں اللہ کی الوہیّت قائم کرنے کی کوشش کریں، جن لوگوں نے اللہ کے اقتدار کو غصب کیا ہے ان سے اسے واپس حاصل کریں، اور خدا کے حوالے کریں، لوگوں کی زندگیوں میں اللہ کی شریعت کو قائم کریں اور لوگوں کو اللہ کے قانون پر قائم کریں۔ اس مقصد کے لیے جدوجہد ضروری ہے۔ اگر انفرادی طور پر لوگ گمراہ ہوں اور ارشاد و رہنمائی کے محتاج ہوں تو انہیں بہتر رہنمائی مہیا کریں۔ اگر کوئی باغی قوت حق کا راستہ روک رہی ہو تو اسے قوت سے درست کریں یا راستے سے ہٹا دیں، تاکہ دین قائم ہوسکے اور خدا کا قانون برپا ہوسکے۔ یہ اجتماعی کوشش کے بغیر ممکن نہیں جو ایک منظم جماعت کی رفاقت میں کی جانی چاہیے۔

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل
سیاسی عدم استحکام (4)

ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

مشرق وسطیٰ میں نئی جنگوں کی تیاریاں

حضرت ثُوَیبہ رضی اللہ عنہا

اب خدا و مصطفیؐ کی راہ پر کوئی نہیں؟

سورۃ الکہف: عبرت و نصیحت کے چار قصے

الھدیٰ (961)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قومِ فرعون کا حق سے انکار

سُورۃُ الفُرقان | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 35 تا 7

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنَا مَعَہٗۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا ﴿ۚۖ۳۵﴾
فَقُلۡنَا اذۡہَبَاۤ اِلَی الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرۡنٰہُمۡ
تَدۡمِیۡرًا ﴿ؕ۳۶﴾ وَ قَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰہُمۡ وَ جَعَلۡنٰہُمۡ
لِلنَّاسِ اٰیَۃً ؕ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿ۚۖ۳۷﴾

آیت: ۳۵ ﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَہٗۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا ﴿۳۵﴾﴾ ’’اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی اور اس کے ساتھ ہم نے اُس کے بھائی ہارونؑ کو وزیر بنا دیا تھا۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد اور معاونت کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کے مددگار کے طور پر رسالت کی ذِمّہ داری سونپ دی گئی تھی۔ وزیر ’’وِزر‘‘ (بوجھ) سے ہے یعنی ذِمّہ داریوں کا بوجھ اٹھانے میں معین و مددگار۔

آیت: ۳۶ ﴿فَقُلۡنَا اذۡہَبَاۤ اِلَی الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرۡنٰہُمۡ تَدۡمِیۡرًا ﴿۳۶﴾﴾ ’’تو ہم نے حکم دیا کہ آپؑ دونوں جاؤ اُس قوم کی طرف جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے انہیں بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔‘‘

یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اُس کی قوم کی طرف بھیجا گیا اور ان لوگوں کے مسلسل انکار کے باعث بالآخر انہیں سمندر میں غرق کر کے نیست و نابود کر دیا گیا۔

آیت: ۳۷ ﴿وَقَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰہُمۡ وَجَعَلۡنٰہُمۡ لِلنَّاسِ اٰیَۃً ؕ﴾ ’’اور قومِ نوحؑ کو بھی ہم نے غرق کر دیا‘ جب انہوں نے رسولوںؑ کی تکذیب کی اور انہیں ہم نے نوعِ انسانی کے لیے ایک نشانی بنا دیا۔‘‘

﴿وَاَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۳۷﴾﴾ ’’اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب بھی تیار کر رکھا ہے۔‘‘

یعنی پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی ان قوموں کو عذابِ استیصال کی صورت میں نقد سزا تو دنیا ہی میں مل گئی تھی مگر اصل عذاب ابھی ان کا منتظر ہے۔ یہ عذاب انہیں آخرت میں ملے گا اور وہ بے حد تکلیف دہ ہوگا۔

فرمان نبویؐ

اُمورِ ایمان

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا أَوْلِیَصْمُتْ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ)) (رواہ البخاری)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے بھلی بات کرنی چاہیے یا اسے خاموش رہنا چاہیے‘ اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔‘‘

تشریح: اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نیکی اور خیر کی بات کرے‘ ہمسایوں کا خیال رکھے اور مہمان کی عزت و توقیر کرے‘ یعنی اس کی اچھی مہمان نوازی کرے‘ جب کہ غلط گفتگو‘ بیہودہ گوئی‘ ہمسایوں کو اذیت میں مبتلا رکھنا اور مہمان کی مہمان نوازی میں بخل سے کام لینا ایمان کے منافی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل

سیاسی عدم استحکام (4)

(گزشتہ سے پیوستہ) مشرف کا مارشل لاء پاکستان میں لگنے والا تیسرا مارشل لاء تھا۔ تکنیکی اعتبار سے یحییٰ خان کا مارشل لاء تو ایوب خان کے مارشل لاء کا تسلسل ہی تھا۔ اِن سب مارشل لاؤں کی ایک جیسی تین وجوہات تھیں۔ سیاست دانوں کی حماقتیں اور امپچورٹی، جرنیلوں کی ہوس اقتدار اور امریکہ کی آشیر باد۔ پھر یہ کہ ہر مارشل لاء کو ہماری عدلیہ نے نظریہ ضرورت کے تحت نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ ہر چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو آئین میں من مانی تبدیلی کا حق بھی دے دیا، چونکہ ہر مارشل لاء کو امریکہ کی آشیر باد بلکہ تھپکی حاصل ہوتی تھی جس سے تینوں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اِس خوش فہمی کا شکار ہو گئے کہ امریکہ اُن کی ذات سے دلچسپی رکھتا ہے۔ جبکہ تاریخ کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایوب خان، ضیاء الحق اور مشرف تینوں کو امریکہ نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا پھر استعمال شدہ ٹشو پیپر کی طرح پھینک دیا گیا۔ گویا پاکستان کے سیاسی عدم استحکام میں امریکہ بھی کردار ادا کرتا رہا۔ مشرف کی رُخصتی کے بعد سیاسی استحکام میں کچھ بہتری نظر آ رہی ہے۔ 2008ء اور 2013ء میں بننے والی اسمبلیوں نے اپنی پانچ پانچ سال کی مدت پوری کی ہے اور 2018ء میں بننے والی اسمبلی بھی اپنی مدت پوری کرتی نظر آتی ہے۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بہت ضروری ہے۔ بعض حضرات یوسف رضا گیلانی اور نواز شریف کے بطور وزیر اعظم عدالتی فیصلے کی بنیاد پر نکالے جانے پر کہتے ہیں کہ پاکستان کا کوئی وزیر اعظم اپنی مدت پوری نہ کر سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ آئینی مدت اسمبلی کی ہوتی ہے، وزیر اعظم کی کوئی آئینی مدت نہیں ہوتی۔ وزیر اعظم تو اُس وقت تک وزیر اعظم رہ سکتا ہے جب تک اُسے ایوان کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو اگر وہ اکثریت کی حمایت کھو دے تو اُسے یہ عہدہ چھوڑنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ عدلیہ اگر کسی غیر قانونی کام کے ارتکاب پر اُسے نااہل قرار دے دے تب بھی اُسے وزارتِ عظمیٰ سے فارغ ہونا پڑتا ہے۔ مذکورہ دونوں وزرائے اعظم عدالتی حکم پر اپنے عہدہ سے فارغ ہوئے لیکن اُن ہی کی جماعت کے دوسرے افراد اسمبلی کی مدت پوری ہونے تک وزیر اعظم رہے۔

ہم نے اب تک پاکستان کے سیاسی عدم استحکام کی جو وجوہات بیان کی ہیں اُن میں سیاست دان فرنٹ پر نظر آتے ہیں جبکہ اسٹیبلشمنٹ اور عدلیہ کی اِس عدم استحکام میں پسِ پردہ سرگرمیاں نظر آتی ہیں۔ لیکن اِن اداروں یعنی اسٹیبلشمنٹ اور عدلیہ نے پاکستان کے سیاسی عدم استحکام کے حوالے سے فرنٹ پر آ کر یعنی کھلم کھلا کارروائیاں بھی کی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی کرتے چلیں کہ

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 ربیع الثانی 1443ھ جلد 30
16 تا 22 نومبر 2021ء شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800

فون: 78-35473375 (042)

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700

فون: 03-35869501 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 600 روپے

بیرونِ پاکستان

انڈیا ---------------- (2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ہماری بیوروکریسی بھی آغاز سے ہی اقتدار اور دولت کی ہوس میں مبتلا تھی۔ گورنر جنرل غلام محمد کی داستان سے لے کر آج کے افسر شاہی کے شاہانہ طرزِ عمل کا بھی سیاسی عدم استحکام میں بڑا عمل دخل رہا۔ پھر یہ کہ بیوروکریسی کا سیاست دانوں کی کرپشن میں دستِ راست بن جانا پاکستان کے داخلی عدمِ استحکام کی ایک بڑی وجہ بنا۔

اہم بات تو یہ ہے کہ وجہ جو بھی ہو اور اسٹیبلشمنٹ اعلانیہ طور پر جو بھی کہتی رہے حقیقت میں اُس نے کبھی خود کو سول حکومت کے ماتحت نہیں سمجھا۔ اُس کا طرزِ عمل طاقت کی بنیاد پر نظر آتا ہے۔ پاکستان کی تاریخ سے چند مثالیں پیش کر دیتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ آرمی چیف ایوب خان کو وزیر اعظم فیروز خان نون نے اپنی آزاد مرضی سے اپنی کابینہ میں بطور وزیر دفاع شامل کیا ہو۔ آصف زرداری نے امریکہ کے سرکاری دورے پر جاتے ہوئے ہوائی جہاز سے یہ آڈر جاری کیا کہ ISI کو وزارت داخلہ کے تحت کر دیا جائے۔ ابھی وہ امریکہ نہیں پہنچے تھے تو اُنھیں یہ آرڈر واپس لینے پر مجبور کر دیا گیا۔ آرمی چیف اپنی ملازمت میں تین سال کی توسیع چاہتے تھے۔ حکومت اس پر راضی نظر نہیں آتی تھی کچھ ایسا ہوا کہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو فجر کی نماز سے کچھ پہلے میڈیا پر آ کر آرمی چیف کو تین سالہ توسیع دینے کا اعلان کرنا پڑا۔ سیاسی حکومت پر پڑنے والے اسٹیبلشمنٹ کے دباؤ کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ انتخابات میں بھی مداخلت کرتی رہی۔ عمران خان اگرچہ 22 سال کے سیاسی جدوجہد کی دعوے دار ہیں لیکن اگر اسٹیبلشمنٹ پشت پر نہ ہوتی تو وہ ہر گز وزیر اعظم نہیں بن سکتے تھے۔ البتہ نواز شریف اور ذوالفقار علی بھٹو کی عہدے حاصل کرنے سے پہلے کوئی سیاسی جدوجہد ہی نظر نہیں آتی۔ گویا عمران خان کو سلیکٹڈ وزیر اعظم کہا جا سکتا ہے جبکہ نواز شریف اور بھٹو کو سلیکٹڈ سیاست دان کہا جا سکتا ہے۔ موجودہ آرمی چیف قمر جاوید باجوہ کو وزیر اعظم نے تین سال کی توسیع دی جسے عدالت نے ردّ کر دیا اور اس کے لیے آئین میں ترمیم کا کہا۔ اسٹیبلشمنٹ نے وزیر اعظم عمران خان کو بائی پاس کر کے بالا بالا اپوزیشن سے رابطہ کیا اور نواز شریف کی رہائی کے بدلے مسلم لیگ (ن) کے ووٹ حاصل کر لیے۔ یہاں نوٹ کیا جانا چاہیے کہ مسلم لیگ (ن) نے اپنا یہ نعرہ ’’ووٹ کو عزت دو‘‘ اپنے لیڈر کی رہائی کے لیے خاکی وردی اور بھاری بوٹوں تلے دبا دینے سے بھی گریز نہ کیا اور اسٹیبلشمنٹ نے اپنے سربراہ کی ملازمت میں توسیع کی خاطر نہ صرف شریف فیملی سے اپنے تمام اختلافات کو وقتی طور پر بھلا دیا بلکہ وقت کی حکومت کو بھی اندھیرے میں رکھا۔ جس پر بعد ازاں وزیر اعظم یعنی سیاسی حکومت کے سربراہ صرف تلملا سکے۔ بہرحال آئین میں ترمیم ہو گئی۔ نواز شریف رہا ہو کر لندن پہنچ گئے اور وقت کے وزیر اعظم منہ دیکھتے رہ گئے۔ اسٹیبلشمنٹ کے ایسے بہت سے اقدامات سے پاکستان میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہوتا رہا۔ عدلیہ بھی براہِ راست ایسے اقدام کرتی رہی جس سے پاکستان میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہوتا رہا۔ عدلیہ نے اُس نظریہ ضرورت کا بے دریغ استعمال کیا جس کا آغاز جسٹس منیر نے کیا تھا۔ عدلیہ پر اکثر Judicial activism کا بھوت بھی سوار ہو جاتا ہے اور وہ انتظامیہ کے کاموں میں دخل اندازی شروع کر دیتی ہے۔ کبھی چینی کے نرخ مقرر کرتے ہیں اور کبھی کسی ڈیم کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چیف جسٹس افتخار چودھری کی بہادری کی جو مثالیں دی جاتی ہیں کہ اُنھوں نے فوجی ڈکٹیٹر کو صاف صاف جواب دے دیا تھا۔ اُس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خود ایک P.C.O جج تھے۔ اُنھوں نے مشرف کی ناجائز حکومت کو جائز قرار دیا تھا۔ وہ جو اُنھوں نے مشرف کو انکار کیا تھا وہ کوئی قانون کی بالادستی یا عدلیہ کی عظمت بڑھانے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ اپنی ذات کے حوالے سے کیا تھا۔ فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے اُنھیں استعفیٰ دینے کا کہا تھا جس کا اُنھوں نے انکار کیا تھا۔ وکلاء کی تحریک اِس لیے کامیاب ہو گئی تھی کیونکہ اب پاکستانی عوام اور امریکہ جو مشرف کا آقا تھا دونوں اس سے گلوخلاصی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بہرحال جسٹس افتخار چودھری نے ایک خط کا عذر تراش کر وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو برطرف کیا اور خواہ مخواہ سیاسی ہلچل پیدا کر دی۔ وہ ہر روز انتظامیہ کے اُمور میں مداخلت کرتے تھے۔ جو ملک میں سیاسی افراتفری کا باعث بن رہا تھا۔ یہ حقیقت بھی ہمارے سامنے رہنی چاہیے کہ ہمارے عوام کا طرزِ عمل بھی سیاسی عدم استحکام کا باعث بن جاتا ہے۔ معاملات کی چھان بین کیے بغیر اور کچھ جانے بوجھے بغیر عوامی تحریکوں کا حصہ بن جاتے تھے۔ ووٹ دیتے ہوئے قومی اور ملکی مفاد کو پس پشت ڈال کر ذات اور برادری کو ترجیح دیتے ہیں۔ ووٹ دیتے ہوئے ذاتی مفادات کا حصول چاہتے ہیں اگر کسی اُمیدوار نے سرکاری ملازمت دلانے کا وعدہ کیا ہے تو ووٹ اُسے ملے گا، چاہے وہ کسی بھی طرح ووٹ کا اہل نہ ہو اور چاہے اُس کی جماعت اور لیڈر ملک دشمنی سے بھی گریز نہ کرتی ہو۔ گویا عوام نے قوم، ملک اور ملت کی بجائے تمام تر ترقی اور بہتری کے لیے خود کو فوکس کیا ہوا ہے۔

(جاری ہے)

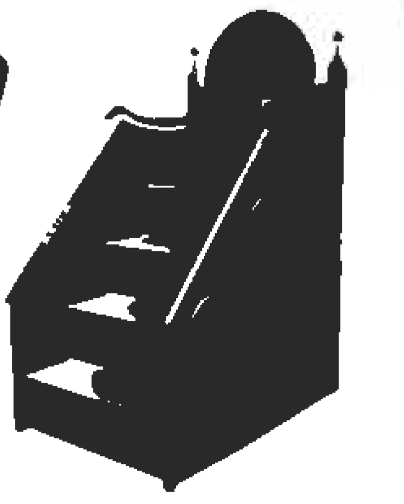

ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

(سورۃ الرحمٰن کی آیات 22 تا 30 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 22 اکتوبر 2021ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراھیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ الرحمٰن کی آیت 22 تا 30 کا مطالعہ کریں گے۔ فرمایا:

﴿ یَخۡرُجُ مِنۡہُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴿۲۲﴾﴾ ''ان دونوں سے نکلتے ہیں موتی بھی اور مونگے بھی۔''

اس سے پچھلی آیت میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں سے ایک نشانی کے متعلق پڑھا کہ سمندروں کے بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ایک طرف کے پانی کا رنگ و ذائقہ مختلف ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف کا مختلف ہوتا ہے لیکن دونوں کے درمیان ایک ایسا پردہ حائل ہوتا ہے کہ دونوں پانی آپس میں مکس نہیں ہو پاتے۔ یہاں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ ان دونوں پانیوں میں سے موتی بھی نکلتے ہیں اور مونگے بھی۔ مرجان چھوٹے موتیوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ سب چیزیں اللہ نے انسان کے لیے پیدا کیں۔ خود انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے حسین وجمیل بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ﴿۴﴾﴾ (التین: 4) ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔''

اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے ذوق جمال بھی دیا ہے، انسان خوبصورت باتوں اور خوبصورت چیزوں کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن وانس کے ذوق کی تسکین کے لیے حسین چیزیں بھی بنائی ہیں اور طرح طرح کی نعمتیں بھی ان کو عطا فرمائی ہیں۔ اسی لیے یہاں یاد دلایا جا رہا ہے کہ:

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾﴾ ''تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

آگے ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَ لَہُ الۡجَوَارِ الۡمُنۡشَـٰٔتُ فِی الۡبَحۡرِ کَالۡاَعۡلَامِ ﴿۲۴﴾﴾ ''اور اُسی کے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی مانند اونچے اٹھے ہوئے ہیں۔''

تجارت کا بہت بڑا ذریعہ sea routes ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عطا فرمائے اور سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہے۔ اللہ نے انسان کو ایسی صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ ایسی کشتیاں اور جہاز بنا کر گویا کہ سمندر کے سینے کو چیرتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ مگر اس کو تیز ہوا کے طوفانوں اور سمندری طوفانوں سے اللہ تعالیٰ ہی بچانے والا ہے۔ فرمایا:

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾﴾ ''تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت انسانوں اور جنات سے خطاب فرمایا اور اپنی قدرتوں کا، نعمتوں کا بار بار ذکر فرما کر ان کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ان قدرتوں اور نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے تکذیب، شرک اور کفر کی روش چھوڑ دیں اور شکر گزاری کا راستہ اختیار کریں۔ آگے فرمایا:

﴿ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ﴿۲۶﴾﴾ ''جو کوئی بھی اس (زمین) پر ہے فنا ہونے والا ہے۔''

یہاں بہت بڑی حقیقت بیان کی جا رہی ہے۔ جس طرح انسان کے لیے موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے، کہتے ہیں اللہ تو کہیں دکھائی نہیں دے رہا لہٰذا کیوں مانیں وہ بھی موت کو مانتے ہیں۔ اسی طرح اس زمین کی ہر چیز بھی آخر کار فنا ہونے والی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ﴿۲۷﴾﴾ ''اور باقی رہے گا صرف تیرے رب کا چہرہ جو بہت بزرگی اور بہت عظمت والا ہے۔''

یہ دنیا کی زندگی تھوڑی سی زندگی ہے اور جو ذرا سا اختیار جن وانس کو مل گیا ہے یہ بھی عارضی ہے۔ اس پر گھمنڈ، غرور اور تکبر اس عظیم رب سے کیوں غافل کر رہا ہے جو اس پوری کائنات کو بنانے والا ہے۔ جس نے ان سب چیزوں کو بنایا ہے وہی ان کو مٹا بھی سکتا ہے، جس نے تمہیں اختیار دیا ہے وہی ذات تم سے یہ اختیار واپس بھی لے لے گی۔ سب کچھ ختم ہو جائے گا لیکن باقی وہی ذات رہے گی۔ فرمایا:

﴿ وَ تَوَکَّلۡ عَلَی الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِہٖ ؕ﴾ (الفرقان: 58) ''اور آپؐ توکل کیے رکھئے اُس زندۂ جاوید ہستی پر جسے کبھی موت نہیں آئے گی، اور اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔''

وہ ہمیشہ قائم رہنے والی ذات ہے جبکہ باقی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ جنات اور انسان اس دنیا میں تھوڑی سی زندگی اور تھوڑا سا اختیار مل جانے پر اتنے گھمنڈ میں آجاتے ہیں کہ اس عظیم رب کو ہی بھول جاتے ہیں اور ہمیں یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ مرنے کے بعد ہمیں بالآخر اُسی

عظیم رب کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اس عظیم رب کے چہرے کی تاب ہم کیسے لائیں گے؟ جب کسی کے انتقال کی خبر سنتے ہیں تو ہم پڑھتے ہیں:

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝١٥٦﴾ (البقرۃ: 156)

’’بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔‘‘

اس جملے میں یہی یاددہانی ہے کہ ہم نے بھی اُسی رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اسی طرح جنازے کی دعاؤں اور دعائے مغفرت میں بھی ہم یہی یاددہانی کرتے ہیں کہ ہم نے بھی جانا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی موت کو کتنا یاد رکھتے ہیں؟ ہر جانے والا مجھے اور آپ کو یاد دلا کر جا رہا ہے کہ میں چلا گیا ہوں، تم بھی میرے پیچھے پیچھے آؤ گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم دعا صرف پڑھتے ہیں مانگتے نہیں ہیں۔ اگر ہم سوچ سمجھ کر دعا مانگیں تو ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اُمت کی یہ تربیت بھی فرمائی کہ مرد مسلمان قبرستان جا کر مرحومین کے لیے مغفرت کی دعا بھی مانگیں اور اپنے لیے بھی عبرت حاصل کیا کریں تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں اور موت کی یاد ان کے دل میں تازہ رہے۔ اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے جنازے میں شرکت کی بھی بہت زیادہ ترغیب دلائی تاکہ بندوں کو اپنی موت بھی یاد رہے۔ ہم اپنے آپ سے سوال کریں کہ کیا ہمیں موت یاد ہے؟ اگر ابھی موت آئے تو کیا ہم مرنے کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہمارے معاملات سیٹ اور سیٹلڈ ہیں؟ لین دین، حقوق العباد، حقوق اللہ، ماں باپ، بیوی بچوں کے ساتھ معاملات ٹھیک ہیں؟ قرض کے حوالے سے معاملات سیٹلڈ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن عطا فرمایا، اپنے نبی ﷺ کا اسوہ بھی عطا فرمایا، آخری پیغمبر ﷺ کی امت میں شامل فرمایا، اللہ نے ہمیں دہری ذمہ داری دے کر زمین پر بھیجا۔ ہم نے اللہ کی بندگی بھی کرنی ہے، اس کے پیغمبر ﷺ کی نمائندگی بھی کرنی ہے۔ اُمت والا کام بھی کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مشن کو بھی تھامنا ہے۔ اس حوالے سے ہم مسئول ہیں۔ کیا ہم اس حوالے سے جوابدہی کے لیے تیار ہیں؟ فرمایا:

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ﴾ (المنافقون: 11) ’’اور اللہ ہرگز مہلت نہیں دے گا کسی جان کو جب اُس کا وقت معین آ پہنچے گا۔‘‘

ہر ایک کا وقت معین ہے لیکن معلوم کسی کو نہیں کہ کب اس کی موت آ جائے۔ لہٰذا ہر آن اس کی فکر رہنی چاہیے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو فراموش کر دینے کے نتائج یہ ہیں کہ آج مسلمان معاشروں میں انتشار ہے۔ اگر موت کا یقین نہ ہو، کل کے محاسبہ کا یقین نہ ہو تو بڑے بڑے حرام کاموں کا انسان ارتکاب کر جائے گا۔ اللہ کا بھی انکار کرے گا اور اللہ کی بھی نافرمانی کرے گا، قرآن حکیم کو بھی فراموش کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم مختلف پیرایوں میں کبھی آخرت کا بیان، کبھی برزخ کا بیان، کبھی موت کا تذکرہ، موت کی کیفیات کا تذکرہ، مرنے والوں کی کیفیات کا تذکرہ، روزِ محشر اور یوم حساب کا تذکرہ ہر دوسرے صفحے پر ہمارے سامنے لاتا ہے تاکہ ہم اس دن کی تیاری کریں اور موت سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کر کے اللہ کے بندے بن جائیں۔ موت کے وقت تو فرعون بھی ایمان لے آیا تھا لیکن اس وقت کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اس دنیا میں بن دیکھے ایمان لانا ہی اصل ایمان ہے اور آج مہلت عمل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو موت کی تیاری اس کے آنے سے پہلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٨﴾ ’’تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟‘‘

یہ موت کا آنا اور کل اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ پیشی کا معاملہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اللہ سے ڈرنے

پریس ریلیز 12 نومبر 2021ء

ملک میں داخلی سطح پر امن کو ترجیحِ اوّل حاصل ہونی چاہیے

شجاع الدین شیخ

ملک میں داخلی سطح پر امن کو ترجیحِ اوّل حاصل ہونی چاہیے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ حکومت نے تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) سے مذاکرات کا آغاز کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ شدید اختلافات اور بدترین خونریزی کے بعد بھی مذاکرات تو فریقین کو کسی نہ کسی سطح پر کرنے ہی پڑتے ہیں لیکن ٹی ٹی پی پر چونکہ پُرامن شہریوں اور معصوم بچوں کو شہید کرنے کا الزام بھی ہے لہٰذا حکومت اور حکومتی اداروں کو اِن مذاکرات میں بڑی احتیاط کرنا ہوگی اور جن شہریوں کے عزیز و اقارب اور معصوم بچے شہید ہوئے ہیں اُن کے جذبات کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔ ٹی ٹی پی کو کھلے عام اُن متاثرین سے معافی مانگنا ہوگی اور آئندہ کے لیے یہ ضمانت فراہم کرنا ہوگی کہ وہ خود یا اُن کا کوئی بھی گروپ کسی بھی متشددانہ کارروائی میں کبھی ملوث نہ ہوگا اور نہ کبھی کسی بیرونی قوت سے کسی قسم کا رابطہ رکھے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حکومتی ادارے بھی ماضی میں اپنی طرف سے ہونے والی زیادتیوں پر اِظہارِ تاسف کریں۔ اُنھوں نے کہا کہ فریقین اگر اسلام کے سنہری اُصولوں سے انحراف نہ کرتے تو یہ تشدد اور خونریزی کبھی وقوع پذیر نہ ہوتی اور پاکستان بہت بڑے جانی اور مالی نقصان سے بچ جاتا۔ اُنھوں نے کہا کہ حکومتی اعلان کے مطابق ٹی ٹی پی سے یہ مذاکرات افغانستان میں ہوئے ہیں اور افغان طالبان نے اِن مذاکرات میں بڑا مثبت رول ادا کیا ہے۔ ہم پاکستان میں قیامِ امن کے حوالے سے افغان طالبان کے اِس رول پر اُن کے شکر گزار ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

والے لوگ دنیا میں صبر کی زندگی گزارتے ہیں اور آخرت میں اجر کی اُمید رکھتے ہیں اس لیے ان کے لیے وہ دن کسی بھی نعمت سے کم نہیں ہوگا۔ دنیا میں جن ظالموں نے مظلوموں کے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، غریبوں کا استحصال کیا، ملک اور قوم کا پیسہ لوٹ کر اپنی نسلوں کی عیاشیوں پر صرف کیا اور عوام غربت اور مہنگائی کی چکی میں پستی رہی، ان تمام ظالموں اور غاصبوں کا اصل محاسبہ بھی یوم حساب کو ہوگا اور غریبوں، مظلوموں اور پسے ہوئے لوگوں کو ان کا حق دلوایا جائے گا۔ مظلوموں کے لیے انعامات ہوں گے اور ظالموں کو سزائیں ہوں گی۔ لہٰذا موت کا آجانا اور قیامت کا برپا ہونا بھی ایک نعمت ہے۔ جس کے بعد اہل ایمان کی اصل زندگی شروع ہوگی۔ دنیا میں بہت سارے اللہ کے نیک بندے ہیں ان کی محنتوں کا نتیجہ دنیا میں سامنے نہیں آتا۔ کتنے ہی انبیاء، صالحین، شہداء ہیں جو اللہ کے دین کی راہ میں شہید ہوگئے، کتنے ہی صابر اور شاکر لوگ ہیں جن کو دنیا میں راحت نہیں ملی ان سب کی اُمیدوں کا اصل دن یوم حساب ہے۔ لہٰذا موت، قیامت اور روزِ محشر بذاتِ خود ایک بڑی نعمت ہیں۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾ ’’اُسی سے مانگتا ہے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے۔‘‘

اس کائنات میں جو بھی رب کی مخلوق ہے وہ رب سے ہی مانگتی ہے۔ تمام مخلوقات اس رب کی محتاج ہیں۔ ہم اپنے آپ سے پوچھ لیں۔ جن آنکھوں سے ہم یہ پڑھ رہے ہیں اگر یہ آنکھیں دیکھنا چھوڑ دیں تو ہماری زندگی کیسی ہوگی؟ جن کانوں سے ہم سنتے ہیں، جن ٹانگوں سے ہم چلتے ہیں اور جن ہاتھوں سے ہم کام کرتے ہیں، یہ سب نعمتیں اگر نہ ہوں تو ہماری زندگی کیسی ہوگی؟ فرمایا:

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾﴾ ’’ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہے۔‘‘

اس کا ایک ترجمہ یہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر دن نئے حال میں ہے، نئے کام میں ہے۔ بہت سادہ سی ترجمانی یہ ہے کہ اس کائنات میں ہر روز تبدیلیاں آرہی ہیں۔ اللہ کسی کو موت دے رہا ہے، کسی کو زندگی دے رہا ہے، کسی کو بیمار کر رہا ہے، کسی کو صحت عطا کر رہا ہے۔ کسی کو عروج عطا فرما رہا ہے کسی کو زوال سے دوچار کر رہا ہے۔ کسی کو امیر بنا رہا ہے کسی کو غریب بنا رہا ہے۔ کسی کو حاکم بنا رہا ہے، کسی کو محکوم بنا رہا ہے، رات اور دن کے اس نظام کو وہی چلا رہا ہے، سورج کے طلوع و غروب کو وہ سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ کائنات وسیع ہوتی جارہی ہے اور اللہ کے اذن سے ہی اس کا پورا نظام چل رہا ہے۔ لہٰذا ہر آن اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ہے، ہر آن اللہ تعالیٰ کی ایک نئی قدرت کا ظہور ہو رہا ہے۔ ہر آن اللہ کی نئی قدرت کا پہلو سامنے آرہا ہے۔ صدیوں پہلے کا انسان سادہ انداز سے ان چیزوں کو سمجھتا تھا۔ آج کے انسان کی کچھ معلومات بڑھ گئی ہیں۔ آج بیالوجی کے موضوعات پر جا کر سٹڈی کی جائے، انسان اپنے وجود پر غور کرے۔ انسان کے جسم میں ہر روز تقریباً ایک کھرب خلیے مرتے ہیں اور ان کی جگہ اتنے ہی نئے خلیے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر انسان کے ایک ایک عضو کے فنکشن کو دیکھا جائے، دل کا نظام، نظامِ تنفس، یہ سب کون چلا رہا ہے؟ حضرت انسان کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے نت نئے پہلو سامنے آرہے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید پر غور کرلیں، چودہ صدیوں سے تحقیق اور غور وفکر کرنے والے اس پر غور وفکر کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود حکمت کے نئے نئے پہلو سامنے آرہے ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتنقضی عجائبه)) ’’اس قرآن حکیم کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔‘‘

قرآنی تعلیمات کے اندر جو حکمتیں پوشیدہ ہیں ان کے نت نئے پہلو کبھی ختم نہیں ہوں گے اور اس پر غور وفکر کرنے والے، تحقیق کرنے والے کبھی سیر نہیں ہوں گے۔ کوئی کہہ دے کہ ہم نے قرآن کی فلاں سورت کے سمجھنے کا حق ادا کر دیا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور ہر روز اُس عظیم رب کی ایک نئی شان ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾﴾ ’’تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

اللہ کے اذن سے یہ کائنات ہے، اللہ کے اذن سے اس کائنات کا فنکشن ہے، اللہ کے اذن سے یہ مخلوق پیدا ہوئی اور اللہ ہی کے اذن سے اس مخلوق کی زندگی کا تسلسل برقرار ہے۔ تمام نعمتیں اُسی رب نے پیدا فرمائیں اور ان تمام نعمتوں سے استفادہ کی توفیق بھی اُسی عظیم نے عطا فرمائی۔ جن وانس غور کریں کہ وہ اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلائیں گے؟ اس آیت کریمہ کے جواب میں ہمیں وہی کلمات ادا کرنے چاہئیں جو جنات نے ادا کیے تھے جب آپ ﷺ نے جنات کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی تھی: ((لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ، فَلَكَ الْحَمْدُ)) ’’اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کرتے۔ تیرے ہی لیے سب تعریفیں ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ کی نعمتوں کے ادراک اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

☆ بہاولنگر میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم بی ایس سی، الیکٹریکل انجینئرنگ، قد "11-'5، کے لیے مزاج کی حامل، باپردہ، تعلیم یافتہ اور دراز قد لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345-2828428

☆ گلستان جوہر کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، فارمیسی ڈاکٹر، قد "2-'5 کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0335-3237265

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن

☆ حلقہ لاہور غربی، ٹاؤن شپ تنظیم کے سینئر رفیق پروفیسر مظفر حسین ہاشمی کی دو بیویاں وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0316-4676061

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلزار ہجری کے رفیق جناب محمد طاہر صاحب کی ہمشیرہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0333-3313221

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلزار ہجری کے رفیق جناب صالح الدین جنیدی کی ہمشیرہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0333-3727400

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد رفیق محترم فضلِ حق کی والدہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0303-0694616

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

13

حضورِ رسالت ـ 9 ـ (II)

تب و تابِ دل از سوزِ غمِ تُست
نوائے من ز تاثیرِ دمِ تُست
بنالم زانکہ اندر کشورِ ہند
ندیدم بندۂ کو محرمِ تُست

ترجمہ (میرے) دل کی حرارت اور سوز تیرے غم کی تڑپ (عشق) سے ہے۔ میری نوا (شاعری پیغام) میں اثر تیرے دم (عشق) سے ہی ہے۔

میں رو رہا ہوں کیونکہ ہندوستان کی سلطنت میں، میں نے کسی کو تجھ (تیری ذات کی حقیقت) کو پہچاننے والا (مومن) نہیں دیکھا۔

تشریح

اے سیّد الانبیاء ﷺ! یہ حقیقت ہے کہ آج دنیا میں کہیں بھی کوئی خیر اور خوبی ہے یا انسانی حقوق یا انسانی ہمدردی کا جذبہ ہے تو تیری تعلیمات اور تیری ذات گرامی کے طفیل ہی ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالتِ زار اور صیہونی مغربی یورپی استعمار کی ناروا چیرہ دستیاں اور ظلم و جبر پر دکھ اور درد کا ہونا اور اس کا اظہار کرنا بھی آپ ﷺ ہی کے عشق اور تعلق کی وجہ سے ہے۔ میرے کلام کی تاثیر بھی آپ ﷺ ہی کے عشق کا نتیجہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ جنوبی ایشیا میں برطانوی ہند میں ایک میں بلبل نالاں ہوں جو امت مسلمہ کے مستقبل پر بول رہا ہوں ورنہ ساری امت تو خوابِ غفلت میں ہے اس ابلیسی استعمار سے مفاد حاصل کر رہی ہے بلکہ مسلمانوں کو بیچ رہے ہیں۔ پورے ملک ہند میں کوئی قابل ذکر رہنما نہیں ہے جو آپ کی ذات سے حقیقی عشق کا تعلق رکھ کر آپ کی اُمت کا درد محسوس کرتا ہو اور اس سے نجات کے لیے سعی و جہد کر رہا ہو۔ جوابِ شکوہ میں علامہ اقبال کے نزدیک یہ نقشہ کچھ یوں ہے: ؎

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے — تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نے دولت عثمانی ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اب اُمت مسلمہ کو آپ سے ہی توقع ہے کہ اپنے ماننے والوں کی ذلت و خواری پر ترس کھا کر ان میں آزادی کا جذبہ بھر دیں تا کہ اسلام کی آفاقیت کا سورج پھر پوری آب و تاب سے نکل کر دنیا کو منور کر سکے۔

حضورِ رسالت ـ 9 ـ (III)

شبِ ہندی غلاماں را سحر نیست
بایں خاک آفتابے را گذر نیست
بما کن گوشۂ چشمے کہ در شرق
مسلمانے زما بیچارہ تر نیست!

ترجمہ ہندوستان کے غلاموں کی رات کی صبح نہیں ہے۔ اس مٹی میں سورج (کی روشنی کے گزرنے) کا راستہ نہیں ہے یعنی مسلسل تاریکی چھائی ہوئی ہے۔

ہماری جانب نظر کرم کر کیونکہ مشرق میں ہم مسلمانوں سے زیادہ کوئی بے بس نہیں ہے۔

تشریح

افسوس کہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کی غلامی کی صدیوں طویل رات کی سحر کے آثار ہی نہیں ہیں۔

برطانوی ہند کے مقبوضات میں سورج غروب نہیں ہوتا کہ دنیا بھر میں عالمی حکومت ہے کہ جہاں کہیں نہ کہیں دن رہتا ہے اور یہ ابلیسی نظام دنیا کو اپنی گرفت میں لے چکا ہے اور غلام ابن غلام ابن غلام مسلمان امت میں کسی روشنی کی کرن، آزادی کی آرزو اور غلامی کی رات چھٹنے کے آثار نظر نہیں آتے۔

آپ اپنی اُمت کے اس حصے پر نظر کرم کریں جو جنوبی ایشیا میں بستا ہے کہ دنیا بھر میں ہم سے مظلوم و مقہور و بے چارہ شاید ہی کوئی طبقہ روئے ارضی پر ہو۔ آپ کی نظر کرم سے شاید اس خطہ کے مسلمانوں کی تقدیر بدل جائے۔ اور مسلمان اٹھ کر اس منحوس مغربی استعمار کی بساط لپیٹ کر رکھ دیں۔ مسلمانوں میں یہ جذبہ عام کرنے کی ضرورت ہے

؎ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

مسلمانوں کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے یوں جھنجھوڑا ہے: ؎

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری — ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری — کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری
وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

ایران کا ڈراوہ دے کر امریکہ نے عرب ممالک کو اتنا مطیع اور کمزور کر دیا ہے کہ وہ اب اسرائیل کے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے لہٰذا اب امریکہ ایران کے خلاف بھی کسی نوع کا اقدام کر سکتا ہے: **ایوب بیگ مرزا**

ہم دعا کرتے ہیں کہ سعودی عرب اور ایران کے تنازعات ختم ہوں تا کہ آپس میں اتحاد پیدا کر کے بیرونی خطرات کو روکا جا سکے: **رضاء الحق**

مشرق وسطیٰ میں نئی جنگوں کی تیاریاں کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر حبیب اسلم

سوال: حال ہی میں سعودی عرب اور ایران نے اپنے دیرینہ تنازعات ختم کرنے کے لیے بیک ڈور ڈپلومیسی کا آغاز کیا ہے۔ یہ قدم امت مسلمہ کے لیے کتنا خوش آئند ہے اور اس پر مغرب اور اسرائیل کا کیا ردعمل سامنے آئے گا؟

رضاء الحق: 3 اکتوبر 2021ء کو سعودی عرب کے وزیر خارجہ فیصل بن فرحان السعود نے اس حوالے سے کچھ تفصیل بتائی تھی۔ بعد ازاں ایران کے دفتر خارجہ کے ترجمان سعید خطیب زادے کی طرف سے بھی بیان سامنے آیا کہ ایران اور سعودی عرب کے مابین بیک ڈور ڈپلومیسی کا چوتھا راؤنڈ جاری ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کافی عرصے سے یہ مذاکرات چل رہے تھے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اب یہ مذاکرات بریک تھرو کے کچھ سٹیجز پہنچے ہوں گے تو انہوں نے اس کو شیئر کرنا بہتر سمجھا ہو گا۔ 2020ء کی بغداد کانفرنس میں سعودی عرب اور ایران دونوں کی موجودگی سے بھی اس خیال کو تقویت ملی ہے کہ دونوں ممالک قریب آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حال ہی میں یہ خبریں بھی آئی ہیں کہ مشہد سے کربلا اور کربلا سے مکہ تک روڈ بنانے کے لیے یہ دونوں ممالک مل کر ایک پراجیکٹ شروع کر رہے ہیں جو کہ خوش آئند بات ہے۔ ان مذاکرات کی اہمیت کو تاریخی پس منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ویسے تو عرب وعجم کا تنازع کافی پرانا ہے اور اس میں مسلکی تفاوت کی شدت بھی موجود تھی۔ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد جب قومی ریاستوں کا تصور سامنے آیا تو ایران اور سعودی عرب میں بطور نیشن سٹیٹس اختلافات اس وجہ سے بھی سامنے آئے کہ وہ مخالف بلاکس میں شامل ہو گئے۔ شاہ ایران کے دور میں تو ایران کا جھکاؤ امریکہ کی طرف تھا لیکن جب ایران میں انقلاب آیا تو اس کے بعد ایران سوویت یونین کے بلاک میں چلا گیا۔ جبکہ سعودی عرب شروع سے ہی امریکی بلاک میں تھا۔ ایران عراق جنگ میں بھی سعودی عرب کی حمایت عراق کو حاصل تھی۔ پھر نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے war on terror کے نام پر مشرق وسطیٰ میں جنگوں

مرتب: محمد رفیق چودھری

کا سلسلہ شروع کیا اور جیسے جیسے نام نہاد دہشت گردی کی جنگ آگے بڑھتی چلی گئی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران نے عراق، شام، لیبیا، یمن میں اپنی پراکسیز کو سپورٹ کرنا شروع کیا جبکہ سعودی عرب اس کے مخالف گروپس کو سپورٹ کرتا رہا۔ لیکن پچھلے چار پانچ سالوں میں چند ایک واقعات tipping point کی صورت میں سامنے آئے۔ یعنی ایران اور سعودی عرب کے تعلقات شاید پہلے اتنے برے نہیں تھے جتنے ان واقعات کے بعد ہوئے۔ سعودی عرب کے قطیف کے علاقے میں شیعہ آبادی بہت زیادہ ہے اور یہ تیل کا علاقہ ہے۔ جب پراکسیز کی یہ جنگ شروع ہوئی تو سعودی عرب نے قطیف کے شیعہ راہنما نمر باقر النمر کو اس الزام میں پھانسی چڑھا دیا کہ وہ سعودی عرب کے خلاف انتشار پھیلا رہا ہے۔ اس کے ردعمل میں ایران کے شہروں مشہد اور تہران میں سعودی سفارت خانہ کو جلایا گیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد سعودی ارامکو کی فیکٹری پر ایک حملہ ہوا جس کا الزام سعودی عرب نے ایران پر لگایا۔ اس وقت سے اب تک دونوں ممالک میں کشیدگی اپنے عروج پر تھی۔ شام اور یمن میں تو دونوں ممالک اپنی پراکسیز کے ذریعے بالکل ایک دوسرے کے سامنے آ گئے تھے۔ یہ امت مسلمہ کے لیے بہت بڑا المیہ تھا کہ اُمت کے اندر ایک سول وار چل رہی تھی اور مغرب اپنے مفادات کے لیے اس خانہ جنگی کو بڑھا رہا تھا۔ جبکہ مغرب کی شہ رگ پنجۂ یہود میں ہے۔ آپس کی اس جنگ کا خاطر خواہ فائدہ اسرائیل اور مغرب کو پہنچ رہا تھا۔ لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مذاکرات بہت خوش آئند ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ سعودی عرب اور ایران کے تنازعات ختم ہوں تا کہ آپس میں اتحاد پیدا کر کے بیرونی خطرات کو روکا جا سکے۔

سوال: ان مذاکرات کو کامیاب بنانے کے لیے مسلم امہ نے کوئی کردار ادا کیا؟

رضاء الحق: ان دونوں ممالک کی آپس کی سرد مہری میں بھی بہت سارے فریقوں کا رول تھا۔ ترکی کا کردار بھی جانبدارانہ رہا ہے کہ وہ ایک سائیڈ لیتا تھا تو دوسری نہیں لیتا تھا۔ متحدہ عرب امارات بھی جانبداری سے کام لے رہا تھا۔ پاکستان نے البتہ اچھا رول پلے کیا کیونکہ پاکستان کی سول اور عسکری قیادت نے دونوں ممالک کے دورے کر کے ان کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کی۔ کچھ دوسرے ممالک نے بھی ان مذاکرات میں کردار ادا کیا۔

سوال: مغرب اور اسرائیل کا اس پر کیا ردعمل سامنے آئے گا؟

رضاء الحق: اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس کو

برداشت نہیں کریں گے۔ ظاہراً وہ یہی کہیں گے کہ یہ ایک اچھی ڈویلپمنٹ ہے جیسا کہ امریکہ اور کچھ یورپی ممالک نے یہ کہا بھی ہے۔ اسی طرح چین اور روس بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ یقیناً چین کو سعودی عرب اور ایران تنازع ختم ہونے سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ لیکن مغرب اس کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرے گا کیونکہ اس نے ہمیشہ سعودی عرب اور ایران کے مابین کشیدگی اور شیعہ سنی کارڈ کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا ہے لہٰذا وہ سعودیہ ایران کشیدگی کم ہونے پر قطعاً خوش نہیں ہوں گے۔ اسرائیل کبھی کھل کر ان مذاکرات کے حوالے سے بیان نہیں دے گا۔ وہ یہی کہے گا کہ ایران ہمارے لیے خطرہ ہے۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ امریکہ اور اسرائیل ایران پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہیں یا ایران پر حملے کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اس کے مشرق وسطیٰ پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: پچھلے چالیس پچاس سال میں امریکہ نے ایران کو دھمکیاں بھی دی ہیں، اس نے ایران کے خلاف جتنے سخت اور بُرے الفاظ استعمال کیے ہیں شاید کسی ایک ملک نے دوسرے ملک کے لیے اتنے سخت الفاظ استعمال نہیں کیے۔ کئی دفعہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید صبح تک جنگ شروع ہو جائے۔ امریکہ نے کبھی افغانستان اور عراق کو اتنی دھمکیاں نہیں دی تھیں مگر ان پر چند دنوں میں حملہ کر دیا۔ لیکن ایران کو تو گالیاں دیں اور برا بھلا کہا اور ایران نے بھی زبانی طور پر جوابی کارروائی کی۔ لیکن یہ ہمیشہ زبانی کارروائی کی حد تک رہی۔ ذاتی طور پر اگر امریکہ نے قاسم سلیمانی پر حملہ کیا تو عراق کے ہوائی اڈے پر کیا۔ ایران میں انہوں نے ایک پتھر بھی نہیں پھینکا۔ اس کی ایک وجہ ہے۔ جس طرح ہم سمجھتے ہیں کہ امت مسلمہ کا اتحاد مسلمانوں کی بہت بڑی ضرورت ہے اسی طرح ہمارے دشمن یہ سمجھتے ہیں کہ امت مسلمہ کا اتحاد ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ چونکہ عالم عرب میں سعودی عرب ایک بڑا ملک ہے اسی طرح عجم میں ایران ایک بڑا ملک ہے۔ چنانچہ امریکہ نے ان دونوں ملکوں میں اختلاف پیدا کر کے ان کو الگ الگ رکھا تاکہ کوئی وحدت کی صورت پیدا نہ ہو۔ اس لیے امریکہ عربوں کو ایران کی طاقت کا ڈراوہ دیتا رہا اور بظاہر ایران کے خلاف سخت بیانات دیتا رہا لیکن کوئی عملی اقدام نہیں کیا تاکہ امت مسلمہ میں کسی طرح اتحاد پیدا نہ ہو اور عرب ہر سطح پر اسرائیل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس کے نتائج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت عربوں میں آپس میں اختلاف ہے لیکن اکثر عرب ممالک اسرائیل کے دوست ہیں۔ البتہ یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ جب امریکہ عسکری، مالی سطح پر تمام عربوں کو اتنا دبا دے گا کہ وہ اسرائیل کے سامنے کھڑے نہ ہو سکیں اس کے بعد وہ ایران کو دبانے کی کوشش کرے گا اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب شاید امریکہ ایران کے خلاف اقدام کرے کیونکہ اب ایک تو عرب اسرائیل کے سامنے بچھ چکے ہیں اور دوسرا امریکہ کبھی نہیں چاہے گا کہ اسرائیل کے قریب کوئی ملک اتنا طاقتور رہے کہ وہ اسرائیل کے

> **اسرائیل زمینی سطح پر عرب ممالک کی طرف بڑھتے ہوئے بیروت اور اُردن پر قبضہ کر سکتا ہے۔**

لیے خطرہ بن سکے۔ لہٰذا اب امریکہ اور اسرائیل ایران کو دبانے کی کوشش ضرور کریں گے۔ عین ممکن ہے کہ امریکہ یا اسرائیل ایران پر فضائی حملہ کر کے اس کی فوجی اور ایٹمی تنصیبات اور میزائلوں کو نقصان پہنچائیں۔ لیکن دوسری طرف زمینی سطح پر اسرائیل عرب ممالک کی طرف بڑھے گا یعنی وہ بیروت اور اردن کی طرف بڑھ سکتا ہے اور اپنے قبضے کو مزید بڑھا سکتا ہے۔

سوال: اس طرح کے حملے کا عربوں پر کیا اثر ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: میں نہیں سمجھتا کہ عرب اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ کھڑے ہو جائیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ سوئے کو تو جگایا جا سکتا ہے جاگے کو کیسے جگائیں۔ عربوں کو سب کچھ پتا ہے لیکن وہ اس طرح شکنجے میں آ چکے ہیں، اتنے کمزور پڑ چکے ہیں، ان کے گرد اس طرح کا گھیرا ڈال کر اتنا محصور کر دیا گیا کہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ عرب کچھ کرنے کے قابل نہیں رہے۔

سوال: اسرائیل نے مستقبل میں اپنے ہمسایوں پر قبضے کرنے کی کیا منصوبہ بندی کی ہوئی ہے؟

رضاء الحق: یہ حیرت سے زیادہ انتہائی شرم اور افسوس کی بات ہے کہ بہت سارے مسلم ممالک بالخصوص عرب ممالک اسرائیل کی گود میں گرنا شروع ہو گئے ہیں حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ یہود ان کے سب سے بڑا دشمن ہیں۔ یہ سب کچھ اسرائیل کی منصوبہ بندی کے نتیجے میں ہوا ہے۔ آئندہ کی منصوبہ بندی میں سب سے پہلے تو یہودیوں کی غیر قانونی آبادکاری اسرائیل کا اہم ہدف ہے۔ اسرائیل کا موجودہ وزیر اعظم نفتالی بینٹ کیلیفورنیا سے آئے ہوئے ایک غیر قانونی یہودی آبادکار کا بیٹا ہے۔ نفتالی بینٹ کہا کرتا تھا کہ فلسطینیوں کو قید نہیں کرنا چاہیے بلکہ مار دینا چاہیے۔ یہ یروشلم کا خصوصی وزیر اور پھر وزیر دفاع بھی رہا ہے۔ بالفور ڈیکلیریشن کے بعد اور اسرائیل کے قیام سے پہلے تک یہودیوں نے کچھ زمینیں خرید کر اور زیادہ تر دہشت گرد کارروائیوں کے ذریعے ہتھیا کر وہاں یہودی بستیاں قائم کیں۔ جو یہودی وہاں بسائے گئے ہیں ان میں زیادہ تر یورپی یہودی ہیں۔ یہ مشرق وسطیٰ کے بنی اسرائیل نہیں ہیں۔ ان کا کوئی تعلق بنی اسرائیل کے ساتھ نہیں ہے۔ 1948ء میں اسرائیل بن گیا اور 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عرب علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں یہودی بستیاں بساتے رہے۔ ان علاقوں میں گولان کی پہاڑیاں بہت اہمیت کی حامل ہیں، وہاں سے دریائے اردن بھی گزرتا ہے اور پھر یہ کہ وہ بالائی مقام ہے جو اسرائیل کے لیے بہت زیادہ اسٹریٹیجک اہمیت رکھتا ہے۔ اسرائیلی وزیر اعظم کا کہنا ہے کہ وہ گولان کی پہاڑیوں پر یہودی آبادکاری پہلے سے چار گنا بڑھائیں گے۔ اسی طرح مغربی کنارے پر پہلے دو ہزار یہودی بستیاں تھیں اب وہاں ستراسو مزید یہودی بستیاں بسائی جائیں گی۔ یہ سارے اقدام عالمی قوانین کی خلاف ورزی پر مبنی ہیں۔ یورپی ممالک اور امریکہ نے بھی کہا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے لیکن اسرائیل کو روکنے والا بظاہر کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ دوسری چیز جنگی مشقیں ہیں، اسرائیل اس وقت بھرپور تیاری کے ساتھ جنگی مشقیں کر رہا ہے۔ عالمی برادری اس پر ابھی تک خاموش ہے۔ وہاں کنونشنل ملٹری ایکسرسائزز ہو رہی ہیں، پھر تمام میزائل بیٹریز یعنی اپنی پروٹیکشن کے لیے آئرن ڈوم کی بھی مشقیں کی جا رہی ہیں۔ سائبر جنگ کی مشقیں بھی جاری ہیں۔ پھر اسرائیل میں باقاعدہ کیمیائی ہتھیاروں کی مشقیں بھی ہو رہی ہیں۔ اسرائیلی قوانین کے مطابق ہر اسرائیلی شہری پر عسکری تربیت لازم ہے۔ اس لحاظ سے اسرائیل کا ہر شہری فوجی ہے جو کہ ریزرو ہے کہ جب ضرورت پڑے گی تو اسے جنگ میں بلا لیا جائے گا۔ ان ریزرو کی مشقیں بھی جاری ہیں۔ یعنی

اسرائیل کا ایک ایک شہری اس وقت جنگی مشقوں میں حصہ لے رہا ہے۔ متحدہ عرب امارات کا ائیر چیف بھی وہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ممالک بالخصوص انڈیا کے ماہرین بھی موجود ہیں۔ اسرائیل کا بیانیہ بڑا سادہ ہے جس کو دنیا منظور کر لیتی ہے یا میڈیا سیل کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے اوپر حملہ نہ ہو جائے۔ پھر انہوں نے معاشی حوالے سے جوائنٹ اکنامک فورم بنایا ہوا ہے جس میں امریکہ، اسرائیل، انڈیا اور متحدہ عرب امارات شامل ہیں۔ بظاہر وہ اس فورم کو تجارت اور چند دوسری چیزوں تک محدود رکھنے کا کہہ رہے ہیں لیکن ان کا اصل مقصد اس کو سیٹ آف دی فنانشل ورلڈ بنانا ہے جس طرح اسرائیل کو سیٹ آف دی ورلڈ بنانا ان کا مقصد ہے۔ بہر حال سیاسی، مذہبی اور عسکری راہنماؤں کے بیانات کو سامنے رکھیں تو اسرائیل بنانے کا بنیادی مقصد تھرڈ ٹیمپل کی تعمیر ہے۔ ان کے بقول اپنے تاریخی مقامات کی از سر نو تعمیر ان کا حق ہے۔ تھرڈ ٹمپل کو بنانے کے لیے Dome of the Rock اور مسجد اقصیٰ کو گرانا بھی ان کے مقاصد میں شامل ہے۔ ان کے مذہبی راہنماؤں کا کہنا ہے کہ تھرڈ ٹمپل کی تعمیر اور گریٹر اسرائیل کا منصوبہ پورا ہوگا تو ان کے مسایاح (دجال) کی آمد ہوگی۔ گریٹر اسرائیل کا منصوبہ نیل سے فرات تک ہے۔

سوال: دشمن تو پوری تیاریاں کر رہا ہے لیکن مسلمان آپس میں گتھم گتھا ہیں۔ اس وقت یمن میں صورت حال کافی گرم ہو رہی ہے۔ یمن میں تازہ صورتحال کیا ہے اور وہاں کس کا قبضہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت یمن کا مسئلہ بہت گھمبیر ہو چکا ہے۔ مسلمان اس وقت سائنسی، عسکری، معاشی اور ذہنی طور پر بھی مغربی اقوام سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ ہمیں اس کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ اگر امریکہ ہمیں یمن میں لڑاتا ہے تو ہم کیوں لڑتے ہیں؟ کیا یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ نہیں ہے؟ اس وقت یمن میں تین گروپ ہیں۔ ایک علی عبداللہ صالح کا گروپ ہے، دوسرا منصور ہادی کا گروپ ہے اور تیسرا حوثی باغی ہیں۔ باغیوں نے منصور ہادی کو مار کر وہاں سے بھگا دیا ہے، وہ اب سعودی عرب چلے گئے ہیں۔ یوں کہہ لیجیے کہ یہ جنگ اب سعودی عرب اور متحدہ عرب امارت دونوں کے ساتھ حوثیوں کی ہو رہی ہے۔ متحدہ عرب امارت کا علی عبداللہ صالح ایک مشرقی الائنس بنا رہا ہے۔ جب وہ اتنے حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے تو دشمن کے لیے ان کو ہدف بنانا آسان ہو جائے گا۔ لہٰذا وہاں مکمل انارکی ہے اور مسلمانوں کے لیے وہاں وحشت اور پسپائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہاں مسلمان بحیثیت امت پسپا اور بری طرح ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ یمن میں مارب کے علاقے میں تیل نکلتا ہے۔ وہاں سخت جنگ ہو رہی ہے۔ گزشتہ ہفتے کے دوران وہاں کئی ہزار لوگ مارے گئے ہیں۔ یعنی مسلمان ایک دوسرے کا خون بڑی تندہی سے بہا رہا ہے جو بہت بڑی بدقسمتی ہے۔

سوال: کچھ سال پہلے عرب اسپرنگ کے نام سے ایک شوروغوغا شروع ہوا جسے مغرب نے بڑے خوشنما نعروں سے سراہا لیکن اس کے نتائج مسلمان امت کے لیے فائدہ مند نہیں تھے بلکہ نقصان زیادہ ہوا۔ عرب اسپرنگ سے مغرب نے کیا فائدہ حاصل کیا اور ہمیں کیا نقصان ہوا؟

رضاء الحق: عرب اسپرنگ کا آغاز جب ہوا تو یہی لگتا تھا کہ یہ خود بخود پیدا ہوئی ہے۔ لیکن جن ممالک میں یہ معاملہ شروع ہوا وہاں بڑی پلاننگ کے ساتھ پچھلے پچاس ساٹھ سال سے مغرب نے آمر اقتدار میں بٹھائے ہوئے تھے جبکہ دوسری طرف عوام میں ان آمروں کے خلاف اشتعال بھی مغرب ہی دلا رہا تھا۔ ایسا پریشر ککر بنایا گیا تھا کہ اس نے پھٹنا ہی تھا۔ جہاں انہوں نے دیکھا کہ مغرب کی مرضی کے خلاف چیزیں سامنے آرہی ہیں تو وہاں انہوں نے دوبارہ آمر بٹھا دیے۔ جیسے مصر میں اخوان المسلمون حکومت میں آگئے تو ان کا تختہ اُلٹنے کے لیے دوبارہ فوجی آمر کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حالانکہ الاخوان جمہوریت کے ذریعے اقتدار میں آئے تھے لیکن چونکہ الاخوان مغربی مفادات کو پورا نہیں کر رہے تھے اس لیے ان کی جمہوریت کو بھی مغرب نے برداشت نہیں کیا۔ عرب اسپرنگ سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں ہوا بلکہ بہت زیادہ نقصان ہوا۔ وہ سیاسی اور معاشی لحاظ سے تباہ ہو گئے اور ان کا معاشرہ تقسیم در تقسیم کا شکار ہوا۔ ثابت ہوا کہ اگر آپ انقلاب کا صحیح طریقہ اختیار نہیں کریں گے تو وہ انقلاب فائدہ مند نہیں ہوگا۔ چونکہ عرب سپرنگ کے پیچھے مغرب کا اصل مقصد ہی تخریب کاری تھا اس لیے مسلمانوں کو نقصان ہوا جبکہ امریکہ، مغرب اور اسرائیل کو بھرپور فائدہ ہوا۔

سوال: ہمارے جتنے بھی مسائل ہیں ان کا حل کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت اُمت کو دو طرح کے مسائل درپیش ہیں۔ ایک دنیوی ہیں اور دوسرے دینی ہیں۔ ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور ہم اللہ پر، اللہ کے رسول ﷺ پر، آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ دنیا امتحان گاہ ہے اور آخرت اس کا رزلٹ ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو ہمیں دوطرفہ محنت کرنی پڑے گی۔ ہمیں وہ کام بھی کرنے پڑیں گے جس سے اس امتحان گاہ میں بیٹھنے کے قابل ہو سکیں اور اس دنیا میں رہنے کے لیے کوالیفائی کر سکیں اور کوالیفائی اس طرح کریں گے کہ ہمارا جو عقیدہ ہے کہ ہر شے کا بالآخر ہمیں جواب دینا ہوگا اُس کو مدنظر رکھیں۔ ہم پاکستانی مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اگر ہم اپنی آخرت اور اپنے دین کے لیے کوشش کریں گے تو ہماری آخرت بھی سنور جائے گی، پاکستان بھی مستحکم اور خوشحال ہوگا۔ یہ سہولت دنیا کی کسی اور ریاست کے لیے نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے مسلمان ممالک بھی ہیں لیکن پاکستان کا معاملہ اسلام سے اس طرح جڑا ہوا ہے کہ ہم اسلام کو پاکستان کی بنیاد کہتے ہیں، اگر اسلام ہمارا مسئلہ نہ ہوتا تو پھر ہمیں الگ ریاست بنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہم نے تو یہ الگ ریاست بنائی ہی اس لیے ہے کہ یہاں اسلامی معاشرہ قائم کریں گے اور اسی بنیاد پر مختلف نسلوں اور مختلف علاقوں کے لوگ باہم مل کر پاکستانی قوم بنے ہیں۔ اگر ہم اپنی بنیاد کو مضبوط کریں گے تو پاکستان بھی مضبوط ہوگا۔ اگر ہم آخرت کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیوی کوشش کریں گے اور ملک میں اسلام کو غالب کریں گے تو ہمارا معاشرہ خوشحال اور پرامن ہو جائے گا اور لوگوں کی زندگی بھی آسان ہو جائے گی۔ رشوت، کرپشن، لوٹ مار، چوری، ڈاکہ، بے حیائی، ظلم واستحصال سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ سود کا نظام ختم ہو جائے گا تو غربت بھی کم ہوگی۔ اسلام کے نظام کی وجہ سے جب خوشحالی آئے گی تو یہ سارے مسائل ان شاء اللہ خود حل ہو جائیں گے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم واقعتاً پاکستان میں اسلام کے نظام کے نفاذ کے لیے کوشش کریں۔ آمین!

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت ثُویبہ رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

حضرت ثُویبہؓ کا تعارف

حضرت ثویبہؓ کا شمار ان خوش نصیب خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا۔ آپؓ مکہ مکرمہ کی رہنے والی تھیں۔ آپؓ کا تعلق ایک بدوی (صحرائی) قبیلے سے تھا۔

مکّے کے کالے سنگلاخ پہاڑوں کی اوٹ، اُفقِ مشرق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نمودار ہوتی، خورشیدِ درخشاں کی نوخیز رُوپہلی کرنیں، بادِصبا سے اٹکھیلیاں کرتی، خراماں خراماں، معطر معطر جلوہ گر ہوا چاہتی ہیں۔ یہ ماہِ ربیع الاوّل کے موسمِ بہار کی وہ تبسّم آمیز سپیدۂ سحر ہے، جو کیف وسرور کی لذّتوں سے لبریز، وجد ومستی کے مشک بُو جھونکوں کے ساتھ، فضاؤں میں درود وسلام کے تحفے بکھیرتی، اہلِ ارض وسماء کے لیے نویدِ عظیم لے کر محوِ سفر ہے۔

آزادی کا سبب

حضور ﷺ کے چچا، ابولہب بن عبدالمطلب کی باندی، ثویبہ کو جب حضرت محمد ﷺ کی ولادت کی خبر ملی، تو وہ دوڑ کر ابولہب کے پاس پہنچی اور بولی ’’ابوعتبہ مَیں تمہیں ایک زبردست خُوش خبری سناؤں؟‘‘ ابولہب سنبھل کر بیٹھا اور تجسس سے بولا ’’ہاں، ہاں، جلدی بتاؤ‘‘۔ ثویبہؓ بولی ’’ابوعتبہ! آپ کے مرحوم بھائی، عبداللہ کی اہلیہ، بی بی آمنہ کے یہاں ایک نہایت خُوب صُورت، چندے آفتاب، چندے مہتاب بیٹا پیدا ہوا ہے۔‘‘ ابولہب کو اپنے مرحوم بھائی سے بہت پیار تھا۔ عبدالمطلب کے پورے خاندان کے دِلوں میں حضرت عبداللہ کی اچانک موت کا غم ابھی تازہ تھا۔

چنانچہ اس غم زدہ خاندان کے لیے یہ خبر مسرّت و فرحت کا باعث تھی۔ ابولہب کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اُس نے خوشی میں باندی سے کہا ’’تُو نے غم کے اِن چند مہینوں کے بعد پہلی اتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے، جا مَیں تجھے آزاد کرتا ہوں۔‘‘ اور یوں ثویبہؓ آزاد ہوگئیں۔ (بحوالہ ’’رسول اللہ ﷺ کے رشتے دار‘‘ از مولانا ثناء اللہ سعد، صفحہ 297)

ابولہب کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ اُس نے نہ صرف اپنی باندی آزاد کی، بلکہ یتیم بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں دعوتِ طعام کی اور جشن منایا، جس میں بنو ہاشم کا پورا قبیلہ مدعو تھا۔

رضاعی ماں کا عظیم اعزاز

شروع کے چند دن تو بی بی آمنہ نے لختِ جگر کو اپنا دودھ پلایا۔ پھر جناب عبدالمطلب نے یہ ذمّے داری ابولہب کی آزاد کردہ کنیز، ثُویبہؓ کو سونپ دی۔ ثویبہؓ، خانوادۂ عبدالمطلب کی قابلِ اعتماد کنیز تھیں۔

حضرت ثویبہؓ نے کن کن کو دودھ پلایا:

اُنہوں نے حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ اور چچازاد حضرت جعفرؓ بن ابوطالب کو بھی دودھ پلایا تھا۔ نیز، آپؐ کے دو پھوپھی زاد، حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی اور حضرت عبداللہؓ بن جحش، جب کہ آپؐ کے چچا، حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے، ابوسفیان بن حارث کو بھی دودھ پلایا تھا۔ تاریخ میں ثویبہؓ کے ایک صاحبزادے، حضرت مسروحؓ کا ذکر ملتا ہے، جو آپ ﷺ کے صحابی اور دودھ شریک بھائی تھے۔

مؤرخین کے مطابق، حضرت ثویبہؓ نے چار یا سات دن تک آپ ﷺ کو دودھ پلایا، کیوں کہ چند دن بعد ہی بدوی عورتیں مکّہ پہنچ گئی تھیں اور عرب کے شہری باشندوں کے دستور کے مطابق، جناب عبدالمطلب نے بھی اپنے پوتے کے لیے دودھ پلانے والی ایک دایہ تلاش کرلی اور یہ عظیم اعزاز، قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک خاتون، حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو نصیب ہوا، جنہوں نے دوسال تک آپ ﷺ کو دودھ پلایا، لیکن آپؐ اس کے بعد بھی پانچ سال کی عمر تک قبیلہ بنی سعد میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر پر رہے۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف

حضرت عروہؓ روایت کرتے ہیں کہ ’’ثویبہ، ابولہب کی لونڈی تھی، جسے اُس نے آزاد کردیا تھا (جب اُس نے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خبر دی تھی)، پھر اُس نے نبی کریم ﷺ کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مرگیا، تو اُس کے کسی عزیز نے اُسے خواب میں بُرے حال میں دیکھا، تو پوچھا ’’کیا حال ہے؟ کیا گزری؟‘‘ وہ کہنے لگا ’’جب سے مَیں تم سے جُدا ہوا ہوں، کبھی آرام نہیں ملا، البتہ ایک ذرا سا پانی (پیر کے دن مل جاتا ہے)، ابولہب نے اُس گڑھے کی جانب اشارہ کیا، جو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے بیچ میں ہوتا ہے، یہ بھی اِس وجہ سے کہ مَیں نے ثویبہ کو آزاد کردیا تھا۔‘‘ (صحیح بخاری)

رضاعی ماں کا احترام

حضرت ثویبہؓ کا حضرت خدیجہؓ کے گھر آنا جانا رہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ اپنی رضاعی ماں کا بہت احترام کرتے تھے۔ اُن کی ضروریات کی تمام چیزیں، کھانے پینے کا سامان اور ملبوسات وغیرہ پیش کرتے رہتے تھے۔ حضرت حلیمہؓ تو مکّے سے دُور، طائف کے مضافات میں مقیم تھیں، لہٰذا ایک مرتبہ قحط کے زمانے میں وہ مکّہ آئیں، تو حضرت خدیجہؓ نے اُنہیں چالیس بکریوں کا ریوڑ اور مختلف اشیائے ضروریہ سے لدا ایک اونٹ دیا تھا۔ حضرت ثویبہؓ نے اپنے صاحبزادے، حضرت مسروحؓ کے ساتھ مدینہ منوّرہ ہجرت کی۔ حضور ﷺ مدینے میں بھی نہایت پابندی کے ساتھ اُنہیں ضروریات کی چیزیں فراہم کرتے تھے۔

وفات

مؤرخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ 7 ہجری میں غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے، تو پیچھے حضرت ثویبہؓ کا انتقال ہوگیا۔ اُن کے صاحبزادے اور آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی، حضرت مسروحؓ کا بھی آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔

اولاد کا فرضِ اوّلین

حضرت ثویبہ، حضرت اُمّ ایمن، حضرت حلیمہؓ یہ سب غریب خواتین تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب کو اپنی والدہ کا درجہ دیا اور عمر بھر نہ صرف اُن کی ضروریات کا خیال رکھا، بلکہ اُنھیں عزّت واحترام کا وہ مقام دیا، جو ایک حقیقی ماں کا ہوتا ہے۔ اور صرف اُن ہی سے نہیں، آپ ﷺ کا یہ حُسنِ سلوک اُن کی اولاد کے ساتھ بھی تھا۔ آنحضرت ﷺ کا یہ عمل اُمتِ مسلمہ کے تمام بیٹوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے کہ والدین اور اُن کے عزیز واقارب کے ساتھ نہایت ادب واحترام کے ساتھ پیش آئیں۔

بڑھاپے میں اُن کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اُن کی خدمت کرنا اور اُنہیں وقت دینا اولاد کا فرضِ اوّلین ہے۔

اب خدا و مصطفیٰ ؐ کی راہ پر کوئی نہیں!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اخباروں کی چیختی چلاتی شہ سرخیاں آسمان سے باتیں کرتے روز افزوں اشیائے ضرورت کے نرخ بتا رہی ہیں۔ چینی ڈالر کی طرح بلند پرواز ہے۔ 'تو 'چینی' ہے پرواز ہے کام تیرا' اقبال کے شعر کی تازہ تحریف ہے۔ وزراء اور وزیراعظم ریکارڈ توڑ مہنگائی کی نرالی توجیہات پیش کرتے ہیں، اس ناقابل یقین اور ناقابل قبول صورت حال کی۔ چلیے ہم صفائی پیش کیے دیتے ہیں 'عوام دوست' حکمرانوں کی۔ چینی پہنچ سے باہر رہنی قوم کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ شوگر (ذیابیطس) کا مرض کنٹرول ہوگا، قوم تندرست وتوانا رہے گی۔ گیس بحران ملک کو گیس چڑھ کر مرنے یا لیکج سے خدانخواستہ آگ لگنے والے حادثات سے بچائے گا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ رہی بجلی، تو وہ کون سی کم خطرناک ہے۔ شاک یا مناسب جھٹکے لگانے کے لیے سرکاری بیانات اور پالیسیاں کافی ہیں۔ ویسے بھی سردیوں میں پنکھے نہیں چلانے تو خواہ مخواہ بجلی دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پشاور میں تحریک انصاف کے ایک جلسے میں بزرگ شہری نے دو وقت کی روٹی مشکل بنا دینے اور عوام کو ریلیف نہ دینے پر نعرے بازی کر دی۔ منتظمین نے یہ کہہ کر انہیں باہر نکال دیا کہ ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں۔ جو سچ بولے وہ مجنوں، دیوانہ ہی تو ہوتا ہے۔ سیانے تو چپکے ہو رہتے ہیں! شکر کریں قوم سیانی ہے۔ چپ کر کے کرکٹ میچ آن لائن دیکھتی گھروں میں نعرے لگاتی ہے۔

دھیان بٹانے کو تماشے کم تو نہیں۔ پاکستانیوں نے ہر قوم، مذہب کے دن منانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ ربیع الاوّل ختم ہونے سے پہلے ہی گوروں کا شیطانی دن ہیلو وین منایا (رسالت ؐ کے تقدس کو اونچی جگہ رکھ کر) وہ دن جو باعمل عیسائیوں کے ہاں بھی بالعموم ناپسندیدہ ہے، پاکستان میں ڈٹ کر منایا گیا۔ ابھی اس کی بوباس گئی نہ تھی کہ ہندوؤں کی دیوالی آ گئی۔ اس تہوار کی آمد کی خبر بھی بلاول کی دیوالی منانے کی تیاریوں سے قوم کو ملی۔ اگرچہ پاکستان میں ان کی آبادی صرف 14.2 فیصد ہے تاہم اس مرتبہ جس جوش وخروش کا اظہار سرکاری سطح پر کیا گیا وہ حیران کن تھا۔ (اب مودی بھی ہماری عید منائے گا!) آتش بازی کے مظاہرے۔ لاہور کرشنا مندر کی تصاویر میں 'ہیپی دیوالی' کے بڑے پوسٹر پر ایک طرف وزیراعظم اور دوسری طرف نورالحق قادری کی باشرع تصویر جگمگا رہی تھی۔ چیف جسٹس پاکستان نے جس اہتمام سے دیوالی پر کرک، مندر میں اظہار یکجہتی ہندوؤں سے کیا، ہماری کیا مجال کہ 'توہین عدالت' کا خطرہ مول لیں! دیوالی میں بانیٔ پاکستان اور اقبال کو بھی تصاویر کی صورت شریک رکھا گیا۔ اقبال کی طرف سے یہ شکوہ کسی نے بلاوجہ ہی کر رکھا ہے ؎

سلطنت لے کر خدا و مصطفیٰ ؐ کے نام پر
اب خدا و مصطفیٰ ؐ کی راہ پر کوئی نہیں!

(صحیح حدیث: ''جو کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔'' (مسند احمد) اسی بنیاد پر ابن تیمیہؒ کفار سے مشابہت حرام قرار دیتے ہیں۔)

فقہاء کا اتفاق ہے کہ (اسلامی حکومت میں) 'غیر مسلموں کو اپنے مذہبی شعائر کی ادائی کا پورا حق ہے۔ جب تک وہ ان شعائر کو علانیہ نہ کریں، انہیں منع نہیں کیا جائے گا۔' مسلم آبادیوں پر کافرانہ شعائر سرکاری سطح سے پھیلانے، چھا دینے کی گنجائش نہیں۔ (ہم اور کیا اسلام سے پوچھ کر کر رہے ہیں جو ہیلو وین، دیوالی بارے اجازت طلب کریں!) ہمارے گلے میں FATF,IMF کا قلادہ پڑا ہے، سو یہ ہماری معاشی مجبوری ہے۔ اقبال نے پوچھا تو تھا: 'اے مرے فقر غیور! فیصلہ تیرا ہے کیا، خلعت انگریز یا پیرہن چاک چاک۔' خلعتِ انگریزیوں بھی ہمارے مرد وزن کی ترجیح اول ہے۔ پہناوا گورے کا پسند ہے۔ فقرِ غیور مشکل اردو ہے جو پہلے بھی قوم کو نہیں آتی تھی۔ آن لائن کورونا تعلیمی سالوں میں مزید ہاتھ دھو بیٹھے! پیرہن چاک چاک ہمسائے افغانستان کا ہے، سو وہ بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں، جب ہم ادھر قرض کی مے میں غرق ہوتے ہیں۔ (ہم دنیا کو افغانستان میں انسانی المیے سے ڈرا رہے ہیں خود عوام کو، معیشت کو TLP اور طوفانی مہنگائی کے ٹیکے لگا کر مار رہے ہیں۔) مثلاً ملا ترابی کا یہ کہنا ہے کہ 'ہم قوانین قرآن کی رو سے بنائیں گے۔ دنیا ہمیں لیکچر نہ دے کہ ہمارے قوانین کیا ہوں۔' ہم یہ لب ولہجہ کیونکر اختیار کر سکتے ہیں۔ ہم تو فیٹف کی فتنے منہ والی ڈکٹیشن کے ہاتھوں مجبور ہیں جبری تبدیلیٔ مذہب (سے روکنے) والے بل کی سی اطاعت شعاری پر۔ بھلے نماز اگر پڑھیں تو مغضوب، ضالین کی مشابہت، ان کی راہوں، طور طریقوں سے بچنے کی دعا والی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں۔ بس کافی ہے۔ پیٹ کے تقاضے گھمبیر ہیں، انہیں اقبال جیسوں کے شاعرانہ تخیلات پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں نہ بتاؤ کہ دیوالی کے دن بھارت میں بریانی بیچنے والے مسلمان دکاندار کو کیسا ڈرایا دھمکایا گیا۔ دکان بند کروا کر مقدمہ اس کے خلاف درج ہو گیا۔ البتہ ایک کمی ہمارے ہاں یہاں تہوار مناتے سیاست دانوں سے رہ گئی۔ وہ یہ کہ گوبر میلے کا اہتمام نہیں کیا جو دیوالی کا حصہ ہے۔ (ان کا عقیدہ ہے کہ اس سے بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ یہ بھی کر لیتے تو شفایاب ہو جاتے) اس میں گائے کا گوبر آخر میں ایک دوسرے پر پھینکا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ رواداری، مذہبی ہم آہنگی کے سارے کورسز ہم مسلمانوں ہی کو کیوں کروائے جاتے ہیں؟ مودی کے بھارت اور میکرون کے فرانس پر اس کا اطلاق کیوں نہیں ہوتا؟ فرانس بالخصوص اور یورپ بالعموم نت نئے قوانین بنا کر اسلام پر ہمارا جینا ہر جا دوبھر کیے جا رہا ہے۔ مساجد ڈھانے، حجاب کو مشکل ترین بنا دینے کے بعد اب شامت ہے حلال گوشت میسر آنے کی! یورپ بھر میں پہلے ہی کم ازکم گیارہ ریاستوں میں مسلم ذبیحے اور یہودی کوشر (حلال سے مماثلت والا) ذبیحے کی ممانعت ہے۔ اب یونان کی اعلیٰ ترین انتظامی عدالت نے بھی یہی قانون بنا دیا ہے۔ ظاہری توجیہہ یہ ہے کہ جانور کا ذبیحہ بے رحمی ہے، تاہم اسی یورپ میں حیوانات سے بے رحمی کے بے شمار خوفناک شواہد موجود ہیں۔ نیدرلینڈ میں خنزیروں اور بچھڑوں کو زندہ ابالا اور کھال اتاری جاتی رہی ہے مذبح خانوں میں۔ بلجیم اور ڈچ این جی اوز نے واقعات رپورٹ کیے ہیں جس میں باڑوں میں بڑی تعداد میں آگ لگنے اور اپنے ہی گوبر میں دم گھٹ کر مرتے جانوروں کا قضیہ درج ہے۔ سائنسی طور پر بھی یہ ثابت ہے

کہ جانور کو سب سے کم تکلیف مسلم ذبیحے کے طریقے پر ہوتی ہے، بہ نسبت بے ہوش/جھٹکے کے طریقے پر مارنے کے۔ سوائے اسلام دشمنی کی عالمی لہر کے یہ نت نئے حربوں کی کوئی اور وجہ نہیں۔ ہم ہیں کہ سودی قرضوں اور کفر کی خوشنودی کے شوق میں مرے جا رہے ہیں۔ اور وہ ہمارا گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔

ملا عمرؒ نے وائس آف امریکا (VOA:26 ستمبر 2001ء) کو انٹرویو دیتے ہوئے جو تلخ سچ بولے تھے وہ آج بھی زندہ حقائق ہیں۔ (40 منٹ کا یہ انٹرویو امریکی سرکار نے نشر کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔ صرف 12 منٹ کی رپورٹ گارڈین نے دی!) ملا عمرؒ: 'ہر کوئی امریکا سے خوفزدہ ہے اور اسے خوش کرنا چاہتا ہے، مگر امریکا ایسے واقعات کا تدارک (نائن الیون) نہیں کر سکے گا کیونکہ امریکا نے اسلام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ مسلم ممالک کے لوگ مایوس ہیں۔ شاکی ہیں کہ اسلام رخصت ہوا۔ سیکولر قوانین نے اسلامی قوانین کی جگہ لے لی۔ امریکا اگر اس بلا (فدائی حملوں) سے نجات چاہتا ہے تو اسے اسلام کو دبوچنے کا یہ عمل ترک کرنا ہوگا۔ (یورپ میں مسلمان مسلسل توہین رسالت کے ساتھ لباس اور اب خوراک پر حکومتی یلغار میں مبتلا ہیں۔) VOA: یرغمال بنانے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ ملا عمرؒ: امریکا مسلم حکومتیں کنٹرول کرتا ہے۔ ان کی بولی لگاتا، تعاقب کرتا ہے۔ عوام اپنی حکومتوں کے آگے بالکل بے بس ہیں کیونکہ حکومتیں امریکا کی گرفت میں ہیں۔ اس طرح وہ بدعنوان ہو جاتی ہیں۔ (اشرف غنی کی بھگوڑی حکومت اور فوج کی طرح) وہ عوام کو نظر انداز کرتی ہیں۔ اگر کوئی اسلام کی راہ چلتا ہے تو حکومت اسے گرفتار کرتی ہے، تشدد کر کے مار ڈالتی ہے۔ یہ سب امریکا کا کیا دھرا ہے۔ (امریکی ایماء پر ہوتا ہے، وہ عقوبت خانوں کو فنڈ کرتا ہے!) اگر یہ ان حکومتوں کو مضبوط کرنا چھوڑ دے تو ایسا نہیں ہوگا۔ یہ بلا (حملہ آور) امریکا نے خود پیدا کی ہے، جو میرے یا اسامہ یا دوسروں کے مرنے سے ختم نہ ہوگا۔ امریکا کو اس پالیسی سے پیچھے ہٹ کر پوری دنیا، خصوصاً مسلم ممالک پر تسلط جمانا ختم کرنا ہوگا۔' امریکا، یورپ انسانی اور آسمانی تھپیڑے (نائن الیون تا کورونا) کھا کر بھی تکبر کے نشے میں مبتلا ہے۔ ایک ہی مرتبہ فرداً فرداً کولن پاول (آنجہانی) کی طرح نشہ ٹوٹے گا۔ پناہ بخدا! ❁❁❁

اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

امام ابن تیمیہؒ

امت مسلمہ صرف 'کلمہ گو' جماعت نہیں بلکہ داعی الی الخیر بھی ہے۔ یہ اس کے دینی فرائض میں داخل ہے کہ بنی نوع انسان کی دنیا کی سرفرازی اور آخرت کی سرخروئی کے لیے جو بھی بھلے کام نظر آئیں، بنی آدم کو اس کا درس اور اس کی مخالف سمت چلنے سے ان کو روکے۔ اس فریضہ سے کوئی مسلمان بھی مستثنیٰ نہیں۔ مسلم معاشرے کے ہر فرد کا فرض ہے کہ کلمہ حق کہے، نیکی اور بھلائی کی حمایت کرے اور معاشرے یا مملکت میں جہاں بھی غلط اور ناروا کام ہوتے نظر آئیں ان کو روکنے میں اپنی ممکن حد تک پوری کوشش صرف کر دے۔ ایمان باللہ کے بعد دینی ذمہ داریوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ امر بالمعروف کا مطلب ہے نیکی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر کا مطلب ہے برائی سے روکنا۔ یہ بات تو ہر آدمی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور نیک لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔ برائی اور برے لوگوں کو ناپسند فرماتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ یہ بھی چاہتے ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ نیک لوگ زیادہ ہوں اور نیکی کا غلبہ رہے۔ برے لوگ کم ہوں اور برائی مغلوب رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو محض خود نیک بن کر رہنے اور برائی سے بچنے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اسی عظیم مقصد کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انبیاء کرامؑ کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد امت محمدیہ کے حکمرانوں، علماء وفضلاء کو خصوصاً اور امت کے دیگر افراد کو عموماً اس کا مکلف ٹھہرایا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس فریضہ کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں پر اپنے اپنے دائرہ کار اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ میں حکمرانوں کو بھی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا مکلف ٹھہرایا ہے۔ نیز ان حکمرانوں سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے جو حکومت کی قوت اور طاقت سے نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ اسلام صرف عقائد کا نام نہیں ہے بلکہ مکمل نظام حیات ہے جس میں اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی۔ بعض اوامر ونواہی کا تعلق تبلیغ، تذکیر اور وعظ ونصیحت کے ساتھ ہے جس پر عمل کرنا والدین، اساتذہ کرام، علماء وفضلاء اور معاشرے کے دیگر افراد پر واجب ہے جس سے افراد میں ایمان، تقویٰ، خلوص، خشیت الٰہی جیسی صفات پیدا کر کے روح کا تزکیہ اور تطہیر مطلوب ہے۔ بعض اوامر ونواہی کا تعلق حکومت کی طاقت اور قوتِ نافذہ کے ساتھ ہے۔ مثلاً نظامِ صلوٰۃ، نظامِ زکوٰۃ، اسلامی نظامِ معیشت، اسلامی نظامِ عفت وعصمت اور قوانین حدود وغیرہ جس سے سوسائٹی میں امن وامان، باہمی عزت واحترام اور عدل وانصاف جیسی اقدار کو غالب کر کے پورے معاشرے کی تطہیر اور تزکیہ مطلوب ہے۔ جب تک اوامر ونواہی کے ان دونوں ذرائع کو موثر طریقے سے استعمال نہ کیا جائے معاشرے کا مکمل طور پر تزکیہ اور تطہیر ممکن نہیں۔ عہد نبویؐ میں رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک خود بھی شریعت کے اوامر ونواہی پر عمل کرنے میں سب سے آگے تھی۔ فرد اور پوری سوسائٹی کے تزکیہ اور تطہیر کے اعتبار سے آپ ﷺ کا عہد مبارک تمام زمانوں سے افضل اور بہتر ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں شدید فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی فراست، دور اندیشی اور استقامت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہو کر تمام فتنوں کا استیصال فرمایا۔ اور اسی طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بعض دوسرے سرکاری محکموں کی طرح نظام احتساب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی باقاعدہ محکمہ قائم فرمایا۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے عہد میں اس نظام کو مضبوط بنایا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نظام احتساب کے حوالے سے ایک بار پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ کر دی۔ اموی، عباسی اور بعد میں عثمانی خلفاء کے ادوار میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام کسی نہ کسی صورت میں قائم رہا۔

تمام اسلامی ممالک کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ادارے قائم کریں اور اسلامی ریاست کو غیر اسلامی ممالک کے سامنے پورے اعتماد کے ساتھ ایک ماڈل کی حیثیت سے پیش کریں۔ ❁

سورۃ الکہف: عبرت ونصیحت کے چار قصے

ابوعبداللہ

نزول قرآن کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کیا تا کہ اس کی تلاوت کی جائے، اس کی آیات میں غور وفکر کیا جائے اور اس سے عبرت ونصیحت حاصل کر کے اس کے احکام کو اپنی زندگی پر لاگو کریں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹﴾ (صٓ)

”یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔“

سورۃ الکہف کی فضیلت:

سورہ الکہف قرآن کریم کی ایک عظیم سورت ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے جمعہ کے روز پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔

ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھی اس کے قدموں کے نیچے سے لے کر آسمان تک نور پیدا ہوتا ہے جو قیامت کے دن اس کے لیے روشن ہوگا اور اس دونوں جمعوں کے درمیان والے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

(الترغیب والترہیب، 1/298)

پیارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا کہ یہ سورت فتنوں سے حفاظت کرنے والی ہے چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے:

ابو درداء ؓ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
”جس نے سورہ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لیں، اسے دجال کے فتنے سے محفوظ کر لیا گیا۔“ (صحیح مسلم)

صحیح مسلم میں دجال کے متعلق ایک دوسری لمبی روایت میں ہے:

”تم میں سے جو اسے یعنی دجال کو پائے تو اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔“ (صحیح مسلم)

سورۃ الکہف چار قصوں پر مشتمل ہے جو بڑے ہی قابلِ عبرت ونصیحت ہیں:

1- غار والوں کا قصہ
2- دو باغ والے کا قصہ
3- موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ
4- ذوالقرنین کا قصہ

ان میں سے ہر ایک قصے میں ان فتنوں سے حفاظت اور بچاؤ کا طریقہ موجود ہے جن فتنوں میں بہت سارے لوگ مبتلا نظر آتے ہیں۔

1- اس سورت میں سب سے پہلے دین وایمان میں پیش آنے والے فتنے کا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک ظالم و جابر بادشاہ تھا جو اپنی قوم کو غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا تھا چنانچہ کچھ نوجوان جو اللہ پر ایمان رکھنے والے اور عقیدہ توحید پر قائم تھے اس بادشاہ کی دعوت کے خلاف کھڑے ہوئے اور انہوں نے توحید وحق کی آواز بلند کی، اس سلسلے میں انہوں نے اللہ سے دعا کی، اور اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لیے اللہ کی پناہ طلب کی جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰﴾ (الکہف)

”جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے پروردگار! ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پناہ دی اور وہ غار میں 309 سال تک پڑے رہے، ایک طویل عرصے کے بعد جب اللہ نے انہیں نیند سے بیدار کیا تو ماحول بدل چکا تھا، لوگ بدل چکے تھے، جس بستی کے لوگ شرک وبت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اب عقیدہ توحید کے پرستار بن گئے تھے۔

اس واقعے سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ انسان اپنے دین وایمان کے بارے میں فتنے اور آزمائش میں ڈالا جا سکتا ہے مگر اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ انسان ہر حال میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۰۱﴾ (آل عمران)

”جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلا شبہ اسے راہ راست دکھا دی گئی۔“

اس سلسلے میں ایک اور طریقہ جو بہت ہی معاون اور مددگار ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے تا کہ غفلت ونسیان کی صورت میں وہ اس کی تنبیہ کریں، یاد دہانی کی صورت میں وہ اس کی مدد کریں اور راستہ بھٹکنے کی صورت میں اسے راہ راست پر لائیں۔

2- سورہ کہف کا دوسرا قصہ مال کے فتنے کے بارے میں ہے، دو باغ والے کا قصہ جسے اللہ نے بہت ساری نعمتوں سے نوازا تھا، اس کے پاس رزق کی فراوانی تھی، ان سارے انعامات واکرامات پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اس نے ناشکری اور ناقدری کا راستہ اختیار کرتے ہوئے یوم آخرت کا انکار کر دیا اور اپنے مال ودولت پر ناز و غرور کرتے ہوئے کہا:

”پھر وہ اپنی جنت (باغ) میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی، اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔“

(الکہف: 35، 36)

اس ناسمجھ نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اللہ کے نزدیک اس کا بڑا مقام ومرتبہ ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رزق کی کشادگی اور مال ودولت کی فراوانی سے نوازا ہے حالانکہ اس کا یہ وہم وگمان غلط تھا بلکہ یہ سب اسے آزمائش کے لیے ملا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵﴾ (الانبیاء)

”اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔“

اس باغ والے کا ایک ساتھی تھا جو اسے نصیحت کرتا اور اللہ سے ڈراتا تھا اسے بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا، اس بندے نے اسے اللہ کی نعمتوں کو یاد دلا کر اللہ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کی اور کہا:

﴿وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ﴾ (الکہف: 39)

”اور جب تو اپنی جنت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری

زبان سے یہ کیوں نہ نکلا کہ ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ۔“ مگر وہ شخص دولت کے نشے اور طاقت وقوت کے غرور میں اندھا ہوگیا تھا اس نے نصیحت کرنے والے بندے کو یہ جواب دیا:

﴿اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۳۴﴾ (الکہف)

”میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں۔“

چنانچہ مال ودولت پر اس فخر ومباہات کی پاداش اور لوگوں کے سامنے غرور وتکبر کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے باغات کو تباہ وبرباد کردیا اور اسے لوگوں کے لیے سامان عبرت بنادیا

3- تیسرے قصے میں علم پر فخر کرنے کا ذکر ہے یعنی انسان کو علم کی دولت ملے اور وہ اس علم پر فخر میں مبتلا ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو علم پر فخر سے محفوظ رکھنا چاہا جب بنی اسرائیل نے ان سے پوچھا: سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے تئیں جواب میں حالانکہ اس میں فخر کا کوئی شائبہ نہیں تھا کہہ دیا: میں ہوں۔ ان کا یہ جواب برحق تھا اس اعتبار سے کہ وہ اولوالعزم رسولوں میں سے تھے، اللہ سے انہیں کلام کا شرف حاصل تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں نور وہدایت کی کتاب تورات عطا فرمائی تھی، اللہ کی طرف سے نو واضح نشانیاں (معجزات) ملی تھیں نیز وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے ظالم وجابر بادشاہ فرعون سے برسرپیکار تھے جس نے دعویٰ کیا تھا:

﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (النّٰزعٰت:24)

لیکن اس سب کے باوجود اللہ نے اُن کو خبردار کیا کیونکہ سائل کے جواب میں انہوں نے یہ نہیں کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایا ہمارا ایک بندہ خضر ہے جو دو دریاؤں کے سنگم پر رہتا ہے اس کے پاس جو علم ہے وہ تمہارے پاس نہیں۔

چونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے تواضع وخاکساری، تقویٰ وپرہیزگاری اور حسن اخلاق کی دولت سے مالا مال کیا تھا اس لیے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے اس بندے خضر کی ضرورت نہیں بلکہ دریافت کیا: اے میرے رب! اس بندے سے ملاقات کا راستہ کیا ہے؟ اللہ نے انہیں حکم دیا کہ سفر اختیار کرو جب راستے میں کوئی محیر العقل واقع پیش آجائے تو سمجھ لو کہ اس بندے سے ملنے کی جگہ وہی ہے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اس بندے سے ملاقات کے لیے نکل پڑے اور اپنے نوجوان سے کہتے رہے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۶۰﴾ (الکہف)

”اور جبکہ موسیٰ ؑ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچوں، خواہ مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔“

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس عالم سے ملاقات کے لیے بڑا لمبا سفر طے کیا۔

لہٰذا علم کے فتنے سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے لیے تواضع وخاکساری اختیار کرے اور ہمیشہ اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھے:

﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۸۵﴾

(بنی اسرائیل)

”اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔“

4- چوتھے قصے میں بادشاہت وسلطنت اور جاہ ومنصب کے فتنے کا ذکر ہے، کتنے لوگ ایسے ہیں کہ جب اللہ نے انہیں بادشاہت یا جاہ ومنصب سے نوازا اور لوگوں کے اوپر حکمرانی کا موقع ملا تو انہوں نے ظلم وستم ڈھائے اور زمین میں فساد مچایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنے ایک نیک بندے کا قصہ بیان کیا ہے جس کے پاس مشرق سے لے کر مغرب تک کی حکمرانی اور اسباب ووسائل کی فراوانی تھی مگر اس بندے نے زمین پر فساد کی بجائے اصلاح کا کام کیا اور غرور وتکبر کرنے کے بجائے تواضع وخاکساری کا راستہ اختیار کیا۔

اللہ کا یہ نیک بندہ ذوالقرنین ہے۔ اس بندے نے اصلاح وترقی کا کام کیا، ظالموں کا قلع قمع کیا، شرپسندوں کے شر سے عوام کو محفوظ کیا، ایک قوم کے لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ یاجوج ماجوج زمین پر فساد پھیلا رہے ہیں اس لیے آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دیجیے تاکہ ہم لوگ یاجوج ماجوج کے فتنے وفساد سے محفوظ رہیں اور اس کام کے لیے آپ کو اجرت بھی دیں گے مگر اس نیک بندے نے مال کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے کہا: مجھے آپ لوگوں کے مال کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مجھے اس کی لالچ ہے کیونکہ اللہ نے جو کچھ مجھے نوازا ہے وہ افضل اور بہتر ہے۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے بھیجے ہوئے تحفے کے جواب میں کہا تھا: اس لیے ذوالقرنین نے پورے یقین کے ساتھ بڑے واضح طور پر کہا:

﴿قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۹۵﴾ (الکہف)

”اس نے کہا، جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔“

چنانچہ وہ لوگ بند کی تعمیر میں پورے طور پر شریک رہے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج قید ہوگئے، اسی طرح وہ تاقیامت قید رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں نکلنے کی اجازت دے۔

خلاصۂ کلام:

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں قصے کی شکل میں چار قسم کے فتنوں کو بیان کیا ہے اور ان سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔

1- دین میں فتنہ: اس سے حفاظت کا طریقہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور نیک لوگوں کی صحبت ورفاقت اختیار کرنا۔

2- مال کا فتنہ: اس سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا کی حقیقت کو پہچانے کہ یہ بہت ہی معمولی اور حقیر شے ہے، آخرت کے بالمقابل اس کی کوئی وقعت نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۷۷﴾ (النساء)

”آپ کہہ دیجیے کہ دنیا کی سودمندی تو بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کے لیے تو آخرت ہی بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ستم روا نہ رکھا جائے گا۔“

3- علم کا فتنہ: اس سے حفاظت کا طریقہ اللہ اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ تواضع وخاکساری اپنانا۔

4- سلطنت اور جاہ ومنصب کا فتنہ: اس سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ کی خاطر اخلاص کو اپنائے اور یہ یقین رکھے کہ ایک دن یہ سب ختم ہوجائے گا، اگر یہ حکومت وسلطنت کسی کو ہمیشہ کے لیے ملتی تو آج اسے نہ ملی ہوتی۔

اس لیے اس سورت کی قدر ومنزلت کو سمجھنا چاہیے، اس کی آیات میں غور وفکر کرنا چاہیے اور اس میں مذکور واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا چاہیے بالخصوص اس لیے بھی کیونکہ ہر جمعہ کو یہ سورت پڑھی جاتی ہے، بلکہ اسے حفظ کرلینا چاہیے اگر مکمل نہ سہی تو کم از کم شروع کی دس آیات کو ضرور یاد کرلینا چاہیے تاکہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہیں کیونکہ دجال کا فتنہ آنے والے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ❁❁

Thirty years of sham ‘peace process’

Yara Hawari

The flawed ‘peace process’ the Madrid conference started 30 years ago enabled and solidified the Israeli occupation of Palestine.

Between October 30 and November 1, 1991, a so-called “peace conference” sponsored by the United States and the Soviet Union was held in Madrid to address the Palestinian-Israeli conflict. In attendance were delegates from Israel, Palestine, Jordan, Lebanon and Syria, as well as the two sponsors and the host, Spain. It was the first time the Palestinians and Israelis would be involved in direct negotiations.

The conference was supposed to be the preliminary step in peace negotiations between Israel and Palestine and it paved the way for the Oslo Accords which were signed two years later. It effectively laid the foundations for the purported “peace process” – the dominating paradigm for conflict resolution between Israelis and Palestinians. Thirty years on, we can say quite confidently that this paradigm has not brought Palestinians any closer to self-determination; rather it has allowed Israel to consolidate its domination over them.

Although the Palestinians and Israelis were supposed to negotiate on an equal footing in Madrid, they were far from treated as equals. The Palestinians were patronised and humiliated from the start. The Palestine Liberation Organization (PLO), which was leading the Palestinian struggle from exile in Tunisia, was officially barred from attending, upon the insistence Israel and the US. Instead, the Palestinian delegates were part of a joint Palestinian-Jordanian delegation.

To add insult to injury, two of the unofficial advisors that had accompanied the Palestinian delegation, Faisal Husseini and Hanan Ashrawi, were barred from the negotiating room because they were Jerusalemites. For the Israelis, their inclusion meant recognition that Palestinians had a rightful claim to Jerusalem. This demeaning treatment of Palestinians would continue to feature prominently in all “peace talks” that followed.

It was also reflected in the agreement on mutual recognition between the two parties that came during the negotiations in Oslo. While the Palestinians recognised Israel within the 1967 borders, the Israelis only ever recognised the PLO as the legitimate representative of the Palestinian people but not the right to Palestinian sovereignty. Indeed, throughout the “peace process”, Israel and its foreign backers deliberately disassociated the Palestinian people from their territory by omitting the word “Palestine” from their lexicon.

During the Madrid conference, the fundamental rights of the Palestinian people were put aside, which would continue to happen throughout the so-called “peace process”. For example, discussions about the status of Jerusalem and the right of return for Palestinian refugees were postponed indefinitely, as they were considered too challenging to tackle. These issues, of course, are at the heart of the Palestinians struggle.

Despite the concessions mentioned above made by the Palestinians, Israel still managed to skillfully manipulate the narrative so that the Palestinian side was blamed for the eventual failure of the peace process. Israeli officials like to often repeat the words of Israeli diplomat Abba Eban, who claimed that the Palestinians “never miss an opportunity to miss an opportunity”. Many buy into this anti-Palestinian rhetoric, ignoring the fact that the Israeli regime

rhetoric, ignoring the fact that the Israeli regime has been the biggest obstacle to peace.

Take for example the fact that Israel has never stopped building illegal settlements in the West Bank since 1967 – not even as a demonstration of good faith. It has also never stopped its campaign of forced expulsions of Palestinians from their homes and land in Jerusalem. The "peace process" has simply been a rather convenient way for the Israeli regime to detract from any accountability measures.

Today, 30 years after the Madrid conference, the Palestinians are no better off than they were back then. In his opening address to the Madrid conference, Dr Haidar Abdel Shafi, the head of the Palestinian delegation described the situation in Palestine in these words:

"We come to you from a tortured land and a proud, though captive, people, having been asked to negotiate with our occupiers, but leaving behind the children of the Intifada, and a people under occupation and under curfew, who enjoined us not to surrender or forget. As we speak, thousands of our brothers and sisters are languishing in Israeli prisons and detention camps, most detained without evidence, charge, or trial, many cruelly mistreated and tortured in interrogation, guilty only of seeking freedom or daring to defy the occupation."

From Madrid to Oslo and the various other attempts at "peace" ever since, what is abundantly clear is that any "peace process" that does not recognise the fundamental Palestinian rights as a starting point and does not acknowledge the Israeli regime's systematic denial of these rights, is not a process aimed at delivering peace.

Courtesy: *https://www.aljazeera.com/*:Yara Hawari is the Palestine Policy Fellow of Al-Shabaka, the Palestinian Policy Network.

قارئین متوجہ ہوں

قارئین نوٹ فرمالیں کہ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں مصروفیات کے باعث ندائے خلافت کے آئندہ شمارہ کا ناغہ ہوگا۔ (ادارہ)

قرآن حکیم کی عظمت، تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآن حکیم اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمدؒ

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ تقریباً 500 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

خود پڑھیے۔ دوسروں کو تحفہ میں دیجیے!

اشاعت خاص (مجلد):
امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 600 روپے
اشاعت عام (پیپر بیک):
امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 350 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 3-042-35869501
maktaba@tanzeem.org

رسولِ اکرم ﷺ کی عظمت، آپؐ کے مقصدِ بعثت، اسوۂ رسول ﷺ کے قرآنی تصور، سیرتِ نبوی ﷺ کے مختلف گوشوں، خاص طور پر آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے انقلابی پہلو جیسے علمی و عملی موضوعات پر 9 کتابوں کا مجموعہ

رسولِ اکرم ﷺ اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اشاعت خاص (مجلد):
امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 600 روپے
اشاعت عام (پیپر بیک):
امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 350 روپے

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ
516 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-042-35869501
maktaba@tanzeem.org

﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ ﴾ (الحج:78)

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

19، 20، 21 نومبر 2021ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام

مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((اَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ، اللّٰهُ اَمَرَنِي بِهِنَّ: بِالْجَمَاعَةِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَالْهِجْرَةِ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)) (مسند احمد و جامع ترمذی)

”میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے:
یعنی جماعت کا، سننے کا، ماننے کا، ہجرت کا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا“

لہٰذا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے

بیعت سمع وطاعت کے مسنون بندھن میں منسلک رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے۔

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 78-35473375 (042)

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.43

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore